

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# مسئلہ رُؤیۃِ ہلال

حضرت مولانا  
ابوعمار زاہد رشیدی

- ★ سورج اور چاند کی گردش سے اوقات اور ایام کا تعین
- ★ فلکیاتی حسابات اور رویت ہلال کا فرق
- ★ فقہی مذاہب کی نظر میں اختلاف مطالع کا اعتبار
- ★ عالم اسلام میں ایک روز آغازِ رمضان یا عید کا امکان
- ★ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا قیام اور کردار

## جملہ حق فوق مجتہدین و فوظہیں

عنوان	:	مسئلہ رویت ہلال
تالیف	:	مولانا ابوعمار زاہد الراشدی
مرتب	:	ناصر الدین خان عامر
مجموعہ	:	اپریل ۲۰۲۳ء
ناشر	:	
اشاعت	:	

## فہرست

- 7.....☆ پیش لفظ
- 9.....☆ شرعی احکام و معاملات میں سورج اور چاند کی گردش کا اعتبار — (۱۹۹۹ء)
- 11.....• اجتہاد کا شرعی تصور اور ایک مغالطہ
- 12.....• روزہ کے اوقات اور زکوٰۃ کے سال کا تعین
- 12.....• ماہِ محرم اور رسومات
- 14.....☆ عالم اسلام یا پاکستان میں ایک روز عید کے امکانات — (۲۰۰۰ء)
- 14.....• رویتِ ہلال کیوں، سائنسی حسابات کیوں نہیں؟
- 15.....• کیا عالم اسلام میں ایک روز عید ممکن ہے؟
- 16.....• کیا پاکستان میں ایک روز عید ممکن ہے؟
- 17.....• پاکستان کی سطح پر مرکزیت کی ضرورت
- 18.....☆ رویتِ ہلال کا مسئلہ: قائدین توجہ فرمائیں! — (۲۰۰۳ء)
- 18.....• حالیہ خلفشار اور مسلکی تفریق کا خطرہ
- 19.....• کراچی سے ایک رپورٹ
- 24.....• جامعہ دارالعلوم کراچی کے اجتماع کا اعلامیہ
- 25.....☆ رمضان کا چاند: مشترکہ دینی قیادت کی آزمائش — (۲۰۰۳ء)
- 25.....• مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے قیام کا پس منظر
- 26.....• اس سال کا خلفشار
- 28.....• مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کی مساعی
- 28.....• حالیہ تنازع کے تین اہم پہلو
- 29.....• دینی قائدین سے گزارش

- 30.....☆ عید کا چاند: تذبذب کی صورت حال اور اس کا حل — (۲۰۰۳ء)
- 30.....• رویتِ ہلال کے مراحل اور خلفشار
- 32.....• مرکزیت کے خاتمہ اور فرقہ وارانہ کشمکش کا خطرہ
- 33.....• پشاور کی رویتِ ہلال کی روایت
- 35.....☆ رویتِ ہلال اور اختلافِ مطالع — (۲۰۰۴ء)
- 35.....• سرحد آسپہلی کی رمضان اور عید کو سعودیہ سے منسلک کرنے کی قرارداد
- 37.....• اختلافِ مطالع اور فقہی مذاہب
- 39.....☆ امریکہ میں رویتِ ہلال کا مسئلہ — (۲۰۰۴ء)
- 39.....• رویتِ ہلال کا اختلاف
- 40.....• فقہی جواز اور وحدتِ امت کا تقاضہ
- 41.....☆ رویتِ ہلال کا مسئلہ اور سپریم کورٹ کے جج صاحبان کے ریمارکس — (۲۰۰۶ء)....
- 41.....• مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی اور علماء پشاور کا اختلاف
- 42.....• مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کا پس منظر
- 43.....• مولانا مفتی محمود کی مساعی
- 44.....• مولانا مفتی عبد الواحد کا اعتماد
- 44.....• متحدہ مجلسِ عمل کی صوبائی حکومت اور حالیہ خلفشار
- 46.....☆ امریکہ میں رویتِ ہلال کا مسئلہ — (۲۰۰۸ء)
- 46.....• فلکیاتی حسابات کی بنیاد پر ایام کا تعین
- 46.....• رویتِ ہلال کی بنیاد پر ایام کا تعین
- 47.....• اختلافِ مطالع کا معاملہ
- 48.....• فقہی اختلافات اور امت کی اجتماعی ضرورت
- 49.....• مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ عبدالعزیز کا موقف
- 51.....☆ امریکہ میں رویتِ ہلال کا مسئلہ — (۲۰۱۱ء)
- 52.....☆ فقہی مذاہب اور رویتِ ہلال — (۲۰۱۳ء)

- 54.....☆ نمازوں کے یکساں اوقات اور رویتِ ہلال — (۲۰۱۶ء)
- 55.....• نمازوں کے یکساں اوقات کی تجویز
- 56.....• مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پر اعتماد
- 57.....☆ ”رویتِ ہلال: قانونی و فقہی تجزیہ“ — (۲۰۱۷ء)
- 60.....☆ مسئلہ رویتِ ہلال پر دو تجاویز — (۲۰۱۷ء)
- 60.....• عالمی سطح پر سعودیہ کی رویت پر اعتماد کی تجویز
- 61.....• پاکستان میں رویتِ ہلال کا نظام موثر بنانے کی تجویز



## پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ہماری عبادات کے نظام کا ایک بڑا حصہ چاند کی گردش کے ساتھ متعلق ہے اور چاند کا مہینہ چاند کی رویت پر طے پاتا ہے۔ اگر انتیس دن کے بعد چاند نظر آجائے تو اگلا مہینہ شروع ہو جاتا ہے ورنہ گزشتہ ماہ کے تیس دن پورے کیے جاتے ہیں۔ پہلی رات کا چاند اس قدر باریک ہوتا ہے کہ اسے دیکھنے کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا ہے اور اس کے ثبوت کے لیے فقہاء اسلام نے ضابطے طے کیے ہیں جن میں فقہی اختلاف فطری امر ہے اور اس کے باعث رمضان المبارک اور عیدین کے تعین میں بسا اوقات فرق پڑتا ہے جو بحث و مباحثہ کا مستقل موضوع بن جاتا ہے۔ گزشتہ نصف صدی کے دوران اپنے مختلف مضامین میں راقم الحروف نے اس کے بہت سے فقہی اور معاشرتی پہلوؤں پر لکھا ہے جن کا انتخاب فرزند عزیز حافظ ناصر الدین خان عامر نے زیر نظر کتابچہ کی صورت میں مرتب کیا ہے جو امید ہے کہ اس مسئلہ کو سمجھنے میں مفید ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ مرتب کی اس کاوش کو قبول فرمائیں اور ہم سب کے لیے ذخیرہ آخرت بنا دیں، آمین یارب العالمین۔

ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

۲ مارچ ۲۰۲۲ء



# شرعی احکام و معاملات میں سورج اور چاند کی گردش کا اعتبار

(مارچ ۱۹۹۹ء کے دوران مسجد امن، باغبانپورہ، لاہور میں خطاب)

بعد الحمد والصلوة۔ آج یکم محرم الحرام ہے جو نئے ہجری سال کا پہلا دن ہے۔ ہجری سن کا آغاز جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے ہوتا ہے۔ یعنی آنحضرتؐ نے مکہ مکرمہ سے جس سال مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تھی وہاں سے ہجری سن شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ سن چودہ سو میں کا مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہجرت کو چودہ سو انیس سال پورے ہو چکے ہیں اور بیسواں سال شروع ہے۔ ہجری نبویؐ سے اسلامی سن کے آغاز کا حکم سب سے پہلے امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ نے دیا تھا اور اس کے بعد سے ہماری اسلامی تاریخ اسی حساب سے چلی آرہی ہے۔

دنیا میں سورج اور چاند کی گردش کے حساب سے دو قسم کے سن رائج ہیں:

1. سورج کی گردش کے لحاظ سے جو سن رائج ہے وہ شمسی کہلاتا ہے اور جنوری، فروری اور مارچ

وغیرہ مہینے اسی سن کے مہینے ہیں۔

2. جبکہ چاند کی گردش کے حساب سے جو سن مروج ہے وہ قمری کہلاتا ہے اور محرم، صفر، ربیع

الاول وغیرہ اس سن کے مہینے ہیں۔ ہجری سن قمری حساب سے ہے۔

مروجہ شمسی سن عیسوی اور میلادی سن بھی کہلاتا ہے جس کا آغاز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ہوتا ہے۔ اور ۱۹۹۹ء کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کو اتنے سال گزر چکے ہیں اور ان کی عمر اب دو ہزار سال کے لگ بھگ ہو گئی ہے۔

دنیا میں اوقات اور ایام کے تعین کے لیے سورج اور چاند دونوں کی گردش کا حساب چلتا ہے۔ البتہ سورج کی گردش والا سال چاند کی گردش والے سال سے چند دن بڑا ہوتا ہے اور گرمی سردی کے موسم

بھی اس کے ساتھ چلتے ہیں، اس لیے چاند کی گردش والا سال موسم کے حساب سے بدلتا رہتا ہے۔

اسلام میں سورج اور چاند دونوں کی گردش کا اعتبار ہے اور شرعی احکام اور عبادات میں دونوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ البتہ یہ فرق ہے کہ دنوں اور مہینوں کا تعین چاند کے حساب سے ہوتا ہے، جبکہ اوقات کا تعین سورج کے حساب سے کیا جاتا ہے۔ پانچ وقت کی نماز کے اوقات سورج کی گردش کے ساتھ طے پاتے ہیں، فجر کی نماز طلوع شمس سے پہلے، ظہر کی نماز زوال کے بعد، عصر کی غروب سے پہلے، مغرب کی غروب کے بعد، اور عشاء کی نماز شفق کے خاتمہ پر پڑھی جاتی ہے اور ان سب اوقات کا تعین سورج کی گردش کے ساتھ ہے۔ البتہ رمضان المبارک، عیدین، ۱۰ محرم، حج کے ایام اور دیگر دنوں کا تعین چاند کے حساب سے ہوتا ہے۔ اب روزے میں دیکھ لیجئے، روزہ کے دنوں کا تعین چاند کے حساب سے کریں گے، مگر روزے کے اوقات کا حساب سورج کے ساتھ ہوتا ہے۔ سحری کا وقت سورج طلوع ہونے سے تھوڑا عرصہ پہلے تک ہے اور افطاری کا وقت سورج غروب ہونے پر ہوتا ہے۔ اس طرح حج کے دنوں کا تعین تو قمری اعتبار سے ہو گا مگر حج کے ارکان و افعال کا وقت سورج کے حساب سے طے پائے گا کہ عرفات کب جانا ہے، مزدلفہ کب جانا ہے، رمی کب کرنی ہے، یہ سب معاملات سورج کی گردش کے ساتھ طے ہوتے ہیں۔

الغرض شرعی احکام و معاملات میں سورج اور چاند دونوں کی گردش کا لحاظ رکھا گیا ہے، مگر اس فرق کے ساتھ کہ دنوں کی تعین چاند کے ساتھ جبکہ اوقات کی تعین سورج کے ساتھ ہوگی، چنانچہ ہماری تمام عبادات و احکام اس حساب سے چلتے ہیں۔

اس فرق میں کیا حکمت ہے، اس کے بارے میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ مثلاً رمضان کا تعین اگر سورج کی گردش کے حساب سے طے کیا جائے تو جو مہینہ بھی طے پائے گا وہ ایک ہی موسم میں ہمیشہ آئے گا اور مختلف موسموں کے روزوں کا لطف نصیب نہیں ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر اکتوبر کا مہینہ روزوں کے لیے مخصوص ہوتا تو وہ ہر سال اسی موسم میں آتا۔ جبکہ قمری حساب سے رمضان المبارک کے تعین سے یہ تنوع حاصل ہوتا ہے کہ مختلف موسموں کے روزے مل جاتے ہیں اور ایک مسلمان بالغ ہونے کے بعد پچاس برس کی عمر تک سال کے ہر موسم کے روزے رکھ لیتا ہے، ٹھنڈے بھی، درمیانے بھی، اور گرم بھی، اور اس طرح تنوع قائم رہتا ہے۔

## اجتہاد کا شرعی تصور اور ایک مغالطہ

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن دنوں ہمارے ہاں جولائی اور اگست کے روزے تھے، قومی اخبارات میں ایک صاحب کی طرف سے تجویز چھپی کہ جون جولائی کے روزے بھٹی پر کام کرنے والے مزدور اور کھیتی میں محنت کرنے والے کاشتکار کے لیے بہت مشکل ہیں، اس لیے علماء کرام کو چاہیے کہ وہ ”اجتہاد“ کر کے رمضان المبارک کو کسی مناسب موسم کے ساتھ مخصوص کر دیں۔ ان صاحب کی تجویز یہ تھی کہ فروری کے مہینہ کو رمضان المبارک قرار دے دیا جائے اور یکم مارچ کو عید الفطر کے لیے مقرر کر دیا جائے، اس طرح نہ صرف روزے مناسب موسم میں مخصوص ہو جائیں گے بلکہ عید کا جھگڑا بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ میں نے اس زمانے میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس غریب کو اپنی تجویز کا تیسرا فائدہ یاد نہیں رہا کہ تیسویں روزے سے ہمیشہ کے لیے چھٹی مل جائے گی اور ۲۹ واں روزہ بھی چار سال کے بعد آئے گا۔

ہمارے ہاں اس بات کو لوگوں نے اجتہاد سمجھ رکھا ہے کہ دین کے جس مسئلہ پر عمل میں کچھ مشکل محسوس ہو اس میں اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق رد و بدل کر لیا جائے۔ حالانکہ یہ اجتہاد نہیں، خالص الحاد ہے۔ اور پہلی امتوں نے اسی طرح آسمانی مذاہب کا حلیہ بگاڑا تھا۔ جیسا کہ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں روایات نقل کی ہیں کہ بنی اسرائیل میں رمضان المبارک ہی کے روزے فرض تھے، جو قمری سن کا مہینہ ہے اور موسم کے حساب سے مختلف موسموں میں گردش کرتا رہتا ہے۔ اس زمانے میں بھی جون اور جولائی کے روزے لوگوں کو گراں گزرے تھے اور انہوں نے اپنے علماء کرام سے گزارش کی تھی کہ وہ انہیں شدید گرمی کے روزوں سے نجات دلائیں۔ بنی اسرائیل کے علماء کرام ہماری طرح کے ”ضدی اور ہٹ دھرم“ نہیں تھے بلکہ ”عوام دوست اور روشن خیال“ تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے عوام کی بات مان لی اور رمضان المبارک کے روزوں کو سردی کے موسم میں مخصوص کر دیا۔ البتہ تھوڑی سی شرم و حیا موجود تھی، اس لیے تیس روزوں کے اٹھائیس نہیں کیے بلکہ یہ طے کیا کہ تیس روزے تو پورے رکھیں گے، اور یہ جو گڑبڑ ہم کر رہے ہیں اس کے کفارے کے طور پر دس روزے مزید بھی رکھا کریں گے۔ چنانچہ مذہبی عیسائیوں کو دیکھ لیں کہ وہ مارچ اپریل کے دوران چالیس روزے رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے بنی اسرائیل کی روایات کے حوالے سے اس کا یہ پس منظر بیان کیا ہے۔

## روزہ کے اوقات اور زکوٰۃ کے سال کا تعین

الغرض بات یہ عرض کر رہا تھا کہ اسلام میں حسابات و معاملات طے کرنے اور عبادات کی ادائیگی کے لیے سورج اور چاند دونوں کی گردش کا اعتبار کیا گیا ہے اور اس فرق کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ مہینوں اور دنوں کا تعین چاند کے حساب سے ہوگا، جبکہ اوقات سورج کی گردش کے ساتھ طے پائیں گے۔ اور اس میں حکمت بھی ہے کہ روزہ اور حج میں مختلف موسموں کا تنوع قائم رہتا ہے۔ یہاں دو مسئلے بھی عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں:

1. ایک یہ کہ چاند کی گردش میں چونکہ کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اس لیے چاند کے طلوع وغیرہ کا حساب رکھنا فرضِ کفایہ ہے اور ہر علاقہ کے کچھ لوگوں کو اس کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے۔ جس طرح ہمارے ہاں رویتِ ہلال کمیٹی ہے جس میں سرکردہ علماء کرام اس کا حساب رکھتے ہیں اور چاند دیکھ کر اس کا اعلان کرتے ہیں۔ اگر اس کا کوئی اہتمام بھی کسی علاقہ میں نہ ہو تو وہاں کے سب مسلمان گنہگار ہوں گے۔

2. دوسرا مسئلہ زکوٰۃ کے حوالے سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں عام طور پر کاروبار وغیرہ کے حسابات جنوری فروری کے شمسی سال کے مطابق رکھے جاتے ہیں، اور چونکہ سرکاری محکموں کے ساتھ سابقہ درپیش ہوتا ہے اس لیے حسابات میں شمسی سال کا لحاظ رکھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ مگر زکوٰۃ قمری سال کے حساب سے ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اگر کوئی شخص شمسی سن یعنی جنوری فروری کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرے گا تو تیس پینتیس سال کے عرصہ میں اس کی ایک سال کی زکوٰۃ ماری جائے گی، کیونکہ اتنے عرصہ میں قمری سال کی گنتی شمسی سالوں سے ایک سال بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ قمری سال کے حساب سے ادا کی جائے۔

## ماہِ محرم اور رسومات

حضراتِ محترم! یہ چند گزارشات ہجری سن کے آغاز کی مناسبت سے عرض کی ہیں۔ اس کے علاوہ محرم الحرام کے ساتھ کچھ تاریخی یادیں بھی وابستہ ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنہوں نے ہجرت سے اسلامی سن کے آغاز کا حکم دیا تھا ان کی شہادت کیم محرم کو ہوئی۔ اور بخاری شریف کی

روایت کے مطابق فرعون کے ظلم سے بنی اسرائیل کو نجات دس محرم کو حاصل ہوئی تھی، جب فرعون اپنے لشکر سمیت بحیرہ قلزم میں غرق ہو گیا تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ہمراہ سمندر عبور کر گئے تھے۔ اس مناسبت سے مدینہ منورہ کے یہودی دس محرم کو شکرانے کا روزہ رکھا کرتے تھے، اور جناب نبی اکرمؐ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔ البتہ آخری سال یعنی ۱۰ ہجری کو فرمایا کہ یہودیوں کے ساتھ اس روزے میں فرق رکھنا چاہیے اس لیے آئندہ سال دس محرم کے ساتھ ایک اور روزہ ملاؤں گا۔ چنانچہ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اس دن روزہ رکھنا مسنون ہے مگر تنہا اس دن کا روزہ رکھنے کی بجائے اس کے ساتھ نویا گیارہ محرم کا روزہ بھی ملا لینا چاہیے۔

عاشورا کے بارے میں بعض تاریخی روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ دس محرم کو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کنارے لگی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہوئی تھی، حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی نے اپنے پیٹ سے اگل کر پانی سے باہر ڈال دیا تھا، اور حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی، وغیر ذلک۔ اگر یہ روایات درست ہوں تو کوئی انکار نہیں ہے اور درست نہ ہوں تو کوئی اصرار بھی نہیں ہے۔ مگر بنی اسرائیل والی روایت تو بخاری شریف میں ہے۔

اس کے علاوہ دس محرم کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ اور نواسہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا واقعہ بھی پیش آیا، جنہیں خاندان نبوت کے دیگر معصوم افراد سمیت اس روز کربلا کے میدان میں مظلومیت کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ امام حسینؑ سمیت خانوادہ نبوت کے افراد کی یہ مظلومانہ شہادت ہماری تاریخ کا ایک المناک باب ہے، اور مختلف گروہ اس کی یاد اپنے اپنے انداز سے مناتے ہیں۔

ہمارے نزدیک دن منانے اور اس طرح کی دیگر رسموں کی تو کوئی گنجائش نہیں ہے، البتہ بزرگوں کو یاد کرنا، ان کی خدمات کا تذکرہ کرنا، اور انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی زندگیوں سے سبق حاصل کرنا ان بزرگوں کا ہم پر حق ہے جو ہمیں ہر وقت ادا کرتے رہنا چاہیے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہوں، ان کی اصل یاد یہ ہے کہ ان کی قربانیوں اور خدمات کو یاد کیا جائے، ان کے مشن اور جدوجہد کا ادراک حاصل کیا جائے، ان کے نقش قدم پر چلنے کے عزم کو یاد کیا جائے اور ان کے اسوہ و سیرت پر چلنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق سے نوازیں، آمین یا رب العالمین۔

# عالم اسلام یا پاکستان میں ایک روز عید کے امکانات

(روزنامہ اوصاف، اسلام آباد - ۱۶ جنوری ۲۰۰۰ء)

عید الفطر اس سال بھی پاکستان میں ایک دن نہیں منائی جاسکی کیونکہ صوبہ سرحد کے اکثر علاقوں میں باقی ملک سے ایک دن پہلے منائی گئی ہے۔ برطانیہ میں بھی یہی صورت حال رہی اور عید الفطر ایک روز منانے کی عوامی خواہش اور تمنا ایک بار پھر دم توڑ گئی۔ اس پر مختلف حلقوں میں بحث و تمحیص کا سلسلہ جاری ہے اور ایسا ہر سال ہوتا ہے کہ عید کے چند روز تک بحث و مباحثہ جاری رہتا ہے لیکن اس حوالے سے کوئی ٹھوس عملی پیشرفت ہوئے بغیر خاموشی طاری ہو جاتی ہے، اور اگلے سال پھر وہی باتیں دہرانے اور علماء کرام اور رویتِ ہلال کمیٹی کو جلی کٹی سنانے کے لیے مواقع کا انتظار شروع ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں چند اصولی باتوں کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے جن سے قارئین کو موجودہ صورت حال کا پس منظر سمجھنے میں کچھ آسانی ہوگی۔

## رویتِ ہلال کیوں، سائنسی حسابات کیوں نہیں؟

پہلی بات یہ ہے کہ رمضان اور عید کا چاند آنکھوں سے دیکھنے پر کیوں زور دیا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں سائنسی آلات اور حساب کا اعتبار کیوں نہیں کیا جاتا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس بارے میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ صوموا لرؤیتہ و افطروا لرؤیتہ (رواہ مسلم) کہ چاند دیکھ کر رمضان شروع کرو اور چاند دیکھ کر عید الفطر مناؤ۔ ورنہ سائنسی آلات اور سائنسی حساب سے علماء کرام کو کوئی ضد نہیں ہے، اور وہ سورج کے طلوع و غروب کے اوقات، نمازوں کے اوقات کے تعین، اور دیگر معاملات میں سائنسی حساب کتاب کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ البتہ چاند کے مہینہ کے آغاز کے لیے ”رویت“ کو ضروری سمجھتے ہیں جس میں ان کی اپنی رائے کا کوئی دخل نہیں بلکہ جناب رسول اللہ کے

ارشاد کی وجہ ہے کہ جہاں انہوں نے رویت کا حکم دیا ہے وہاں رویت ضروری ہے، اور جہاں اس کا حکم نہیں دیا وہاں معروف اور مرؤجہ حساب کتاب کا لحاظ رکھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا۔

آخر سورج کے غروب اور طلوع کے ساتھ بھی تو شرعی احکام اور عبادات کا تعلق ہے، کیا علماء کرام کے کسی طبقے نے کبھی اس بات پر زور دیا ہے کہ ہم سورج کو اپنی آنکھوں سے ڈوبتا دیکھ کر روزہ کے افطار اور نمازِ مغرب کے وقت کے آغاز کا فتویٰ دیں گے؟ وہاں وہ ماہرینِ فلکیات کے مرتب کردہ نقشوں اور مروجہ گھڑیوں پر ہی انحصار کرتے ہیں۔ اسی طرح انہیں چاند کے بارے میں ماہرینِ فلکیات کے نقشوں کو فیصلے کا مدار قرار دینے میں بھی کوئی انکار نہیں ہو سکتا، لیکن چونکہ اس کے بارے میں آنحضرتؐ کا حکم باقی معاملات سے مختلف اور جداگانہ ہے کہ آپؐ نے چاند دیکھ کر رمضان المبارک کے آغاز اور چاند دیکھ کر ہی عید کرنے کا حکم دے رکھا ہے، اس لیے علماء کرام رمضان اور عید کے لیے چاند کو آنکھوں سے دیکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔

## کیا عالم اسلام میں ایک روز عید ممکن ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ کیا عالم اسلام میں ایک روز عید ممکن ہے؟ اس سلسلہ میں اصولی طور پر یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ پورے عالم اسلام کا مطلع ایک نہیں ہے۔ مثلاً پاکستان اور سعودی عرب کے وقت میں دو گھنٹے کا فرق ہے، اور سعودی عرب میں سورج پاکستان سے دو گھنٹے بعد غروب ہوتا ہے۔ یہ بات قرین قیاس ہے کہ چاند ایسے وقت میں طلوع ہو کہ پاکستان میں نظر نہ آئے اور سعودی عرب میں نظر آجائے، لہذا پاکستان اور سعودی عرب میں ایک دن یا بسا اوقات دو دن کا فرق بھی ہو سکتا ہے، اور یہ بات سائنسی حساب کتاب میں تسلیم شدہ ہے۔ اسی طرح پورے عالم اسلام میں اوقات کے فرق کو دیکھ کر اندازہ کر لیجیے کہ انڈونیشیا سے مراکش تک اوقات کے فرق کی ترتیب کیا ہے۔ لہذا یہ بات تو طے شدہ ہے کہ تمام مسلم ممالک کا مطلع ایک نہیں ہے اور ایک دن یا کبھی کبھار دو دن کا فرق پڑ جانا معمول کی بات ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مطلع کے اس اختلاف کا شرعاً اعتبار ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء میں اختلاف ہے۔ فقہائے احناف کا معتبر قول یہ ہے کہ رویتِ ہلال میں اختلافِ مطلع کا اعتبار نہیں ہے، چنانچہ فتاویٰ دارالعلوم مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند حصہ سوم صفحہ ۴۹ میں حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمان فرماتے ہیں کہ

”صحیح و مختار مذہب کے موافق اختلافِ مطالعِ ہلالِ صوم و فطر میں معتبر نہیں، اہلِ مغرب کی رویت سے اہلِ مشرق پر حکم ثابت ہو جاتا ہے۔“

اس کے ساتھ ہی حضرت مفتی صاحب نے ”دردِ مختار“ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حنا بلہ اور مالکیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ چنانچہ اگر اس قول کو اختیار کر لیا جائے تو کوئی الجھن باقی نہیں رہ جاتی اور عالمِ اسلام میں کسی جگہ بھی چاند نظر آجائے تو پورے عالمِ اسلام میں رمضان المبارک اور شوال المکرم کا آغاز کیا جاسکتا ہے اور عید ایک روز منائی جاسکتی ہے۔

لیکن رویت کے نظام اور اس کے فیصلہ کے طریق کار کا مسئلہ پھر حل طلب رہ جاتا ہے کہ اس کا فیصلہ کون کرے گا اور اس فیصلے کا نفاذ کس کی ذمہ داری ہوگی؟ کیونکہ اس وقت خلافت عثمانیہ اور مغل حکومت کے خاتمہ کے بعد سے پورے عالمِ اسلام میں کوئی ایسا نظام اور ادارہ موجود نہیں ہے جو عالمِ اسلام کے حوالے سے کسی اجتماعی فیصلے کا مجاز ہو، یا کسی فیصلے کے عملی نفاذ کی اتھارٹی رکھتا ہو۔ اس لیے میرے نزدیک عید ایک دن نہ ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ کوئی مرکزی نظام اور اتھارٹی موجود نہیں ہے، جس کی وجہ سے ہر مسلک اور علاقہ کے علماء کرام اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کرنے میں آزاد ہیں۔ چنانچہ اس صورت حال کا خاتمہ اس سے پہلے ممکن نظر نہیں آتا کہ خلافتِ اسلامیہ کا باقاعدہ قیام ہو اور وہ شرعی اتھارٹی کے طور پر رویتِ ہلال کا انتظام کر کے اس کے اعلان کی ذمہ داری قبول کرے، کیونکہ پھر کسی علاقہ کے علماء کرام کے لیے جداگانہ فیصلے کا جواز باقی نہیں رہ جائے گا اور پورا عالمِ اسلام ایک روز عید منا سکے گا۔

کیا پاکستان میں ایک روز عید ممکن ہے؟

تیسری گزارش یہ ہے کہ یہ بات عام ذہنوں میں الجھن کا باعث بنی ہوئی ہے کہ پاکستان تو ایک ملک ہے، یہاں ایک روز متفقہ عید کیوں نہیں ہوتی؟ جبکہ مرکزی سطح پر رویتِ ہلال کمیٹی بھی قائم ہے جس میں تمام مکاتبِ فکر کے سرکردہ علماء کرام موجود ہیں اور انہی کے فیصلے پر چاند کے دیکھے یا نہ دیکھے جانے کا اعلان ہوتا ہے۔ مگر اس کے باوجود صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے فیصلے کی پرواہ نہیں کی جاتی اور عام طور پر ایک روز قبل عید منائی جاتی ہے۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اس کا تھوڑا سا پس منظر سمجھنے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ پاکستان کے اس علاقہ کے لوگ جہاں زیادہ تر پشتون آباد ہیں، اپنے آپ کو کلچر اور ثقافت کے لحاظ سے افغانستان کے

زیادہ قریب سمجھتے ہیں، اور اپنی روایات و اقدار میں اپنے افغان بھائیوں کے قریب رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ واقعہ ہے کہ افغانستان میں ہمیشہ سے ایک روز پہلے عید ہوتی ہے، جس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ چونکہ وہاں کی غالب اکثریت حنفی ہے اور وہ احناف کے اصول کے مطابق اختلافِ مطالع کا اعتبار نہ کرتے ہوئے سعودی عرب میں رویتِ ہلال کے اعلان پر عید کر لیتے ہیں، یا یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ افغانستان کی مغربی سرحد کا پاکستان کے ساتھ وقت کا اتنا فرق موجود ہے کہ پاکستان میں نظر نہ آنے والا چاند افغانستان کے مغربی حصے میں اسی روز نظر آسکتا ہے، اس لیے وہ ایک روز پہلے چاند دیکھ لیتے ہیں۔ اس لیے جب افغانستان میں عید ہو جاتی ہے تو افغانستان کی سرحد سے ملنے والے پاکستانی علاقوں میں عید نہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

## پاکستان کی سطح پر مرکزیت کی ضرورت

چوتھی گزارش یہ ہے کہ ہمارے ہاں مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی اور صوبہ سرحد کی رویتِ ہلال کمیٹی میں اختلاف نے خوفناک صورتحال اختیار کر لی ہے۔ اس سال دو یاتین عیدوں کا ہونا ایک حد تک اس کا شاخسانہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ ان دونوں کمیٹیوں میں اعتماد کی فضا قائم نہیں ہے اور اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ اگر صوبہ سرحد کی کمیٹی نے شہادتوں کی بنیاد پر رویتِ ہلال کا فیصلہ کر لیا تھا تو مرکزی کمیٹی کو اسے قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے تھا، اور صوبہ سرحد کی رویتِ ہلال کمیٹی کے فیصلہ پر اس کی ذمہ داری کی بنیاد پر ملک بھر میں عید کا اعلان کیا جاسکتا تھا۔

ہمارے خیال میں اس معاملہ کو فوری طور پر اسلامی نظریاتی کونسل یا وفاقی شرعی عدالت کے سپرد کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ عید الاضحیٰ کی آمد سے قبل اس ساری صورتحال کا جائزہ لے کر رویتِ ہلال کمیٹی کے لیے کوئی ایسا نظام کار اور ضابطہ اخلاق طے کر دیں جس کی پابندی مرکزی اور صوبائی کمیٹیوں کے لیے ضروری ہو۔ ان کمیٹیوں کا باہمی اختلاف ایک ہی ملک بلکہ ایک ہی صوبہ اور علاقہ میں دو یاتین عیدوں کا باعث نہ بنتا رہے، اور کم از کم پاکستان کے تمام مسلمان تو ایک ہی دن متفقہ طور پر عید منا سکیں۔ یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ راقم الحروف نے اس مسئلہ کے حوالے سے مختلف پہلوؤں کا ایک مختصر واقعاتی جائزہ پیش کیا ہے اور آخری تجویز کے علاوہ کسی معاملہ میں اپنی رائے نہیں دی، ہاں کوئی صاحبِ علم اس سلسلہ میں اظہارِ خیال کریں گے تو مزید معروضات اور مختلف امور پر اپنی رائے پیش کرنے کا موقع بھی آجائے گا۔

# رویتِ ہلال کا مسئلہ: قائدین توجہ فرمائیں!

(روزنامہ اسلام، لاہور - ۲۰ نومبر ۲۰۰۳ء)

## حالیہ خلفشار اور مسلکی تفریق کا خطرہ

رویتِ ہلال کا مسئلہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن جان کے استعفیٰ کے بعد مزید تشویشناک صورت اختیار کر گیا ہے۔ قومی اخبارات میں شائع ہونے والے ایک بیان میں مولانا حسن جان نے فرمایا ہے کہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے چیئرمین مولانا مفتی منیب الرحمن نے کمیٹی کے دیگر حاضر ارکان کے مشورے اور رائے پر توجہ دینے کی بجائے ذاتی فیصلے پر اڑے رہنے کو ترجیح دی ہے، جس کی وجہ سے ۲۸ اکتوبر کو چاند نظر نہ آنے کا اعلان ان کا ذاتی فیصلہ ہے، کمیٹی کا فیصلہ نہیں ہے۔ نیز وفاقی وزیر اطلاعات اور سیکرٹری مذہبی امور نے اس سلسلہ میں جو بیانات دیے ہیں وہ ہتک آمیز ہیں۔

دوسری طرف مولانا مفتی منیب الرحمن کا کہنا ہے کہ کمیٹی کے ارکان نے اس فیصلے پر دستخط کیے ہیں اس لیے یہ کمیٹی کا فیصلہ ہے، مگر صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کی حکومت نے اس میں مداخلت کی ہے اور فیصلے کو سبوتاژ کرنے کے لیے سرکاری ذرائع استعمال کیے جا رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وفاقی حکومت کو ان کے فیصلے پر عملدرآمد کا اہتمام کرنا چاہیے اور اس سے اختلاف کرنے والوں کو گرفتار کرنا چاہیے۔

اس کے ساتھ ہی کراچی، ملتان اور لاہور کے جن سرکردہ علماء کرام کی طرف سے احتیاطاً ایک روزہ کی قضا کا مشورہ دیا گیا ہے وہ سب دیوبندی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، جبکہ دوسری طرف بریلوی مکتبِ فکر کے سرکردہ علماء کرام نے مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے اعلان کے دفاع میں بیانات دیے ہیں، جس سے اس مسئلہ پر مسلکی بنیاد پر تفریق کے خطرات دکھائی دینے لگے ہیں۔

مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کی ساکھ اور اعتماد کا بحال رہنا ضروری ہے ورنہ آئندہ رمضان المبارک اور عیدین کے متفقہ اعلان کے امکانات کم سے کم تر ہوتے چلے جائیں گے۔ عید الفطر قریب آرہی ہے اور اس سے قبل فریقین کو قریب لانا اور کسی متفقہ فیصلے کا راستہ نکالنا ضروری ہے ورنہ خلفشار بڑھ سکتا ہے۔

جس سے مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کی ساکھ اور اعتماد مجروح ہونے کے علاوہ چاند کا مسئلہ سیاسی اور مسکلی جھگڑوں کی نذر ہونے کا امکان ہے۔ ہمارے خیال میں متحدہ مجلس عمل کی ہائی کمان ہی اس سلسلہ میں فوری طور پر کوئی مؤثر رول ادا کر سکتی ہے۔ اگر مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا فضل الرحمن، قاضی حسین احمد، پروفیسر ساجد میر اور مولانا سمیع الحق باہمی مشورے سے عملی دلچسپی لیں تو فریقین کو بٹھایا جاسکتا ہے اور مشترکہ حل کی کوئی صورت نکالی جاسکتی ہے۔

### کراچی سے ایک رپورٹ

اس ضمن میں اب تک کی صورت حال کے حوالے سے کراچی سے بعض ذمہ دار حضرات کی طرف سے ایک رپورٹ موصول ہوئی ہے جو قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، اس گزارش کے ساتھ کہ عالمی اور قومی سطح پر جو لابیوں دینی حلقوں کے اتحاد سے پریشان ہیں اور ان میں خلفشار پیدا کرنے کی تاک میں ہیں، ہمیں ان کو آگے بڑھنے کا موقع نہیں دینا چاہیے اور باہم مل بیٹھ کر مسئلہ کے حل کی کوئی صورت نکال لینی چاہیے۔ رپورٹ درج ذیل ہے:

”اس مرتبہ رمضان المبارک کے چاند کے سلسلے میں جو صورت حال پیدا ہو گئی ہے وہ انتہائی افسوسناک ہے لیکن مزید افسوس اس بات کا ہے کہ اخبارات میں مسئلے کی جو تصویر عوام کے سامنے آئی ہے، اس میں چند اہم حقائق جو اس سلسلے میں کلیدی اہمیت رکھتے ہیں، منظر عام پر نہیں آئے۔ تاثر یہ پایا جا رہا ہے کہ جو لوگ چیئرمین رویتِ ہلال کمیٹی کے اعلان سے اختلاف کر رہے ہیں یا اسے مشکوک قرار دے رہے ہیں وہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کی مخالفت کر رہے ہیں، حالانکہ صحیح صورت حال یہ ہے کہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی اگر اتفاق رائے یا اکثریت سے کوئی فیصلہ کرتی تو اس کے واجب التعمیل ہونے میں کسی کو شبہ نہیں تھا، مشکل اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کی تاریخ میں پہلی بار خود کمیٹی کے درمیان ایسا اختلاف ہوا جس میں صرف چیئرمین ایک طرف تھے اور کمیٹی کے دوسرے حاضر ارکان دوسری طرف، اس سلسلے میں واقعات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کا جو اجلاس پشاور میں اتوار ۲۶/اکتوبر کو مغرب کے وقت ہوا تھا، اس میں چیئرمین رویتِ ہلال کمیٹی کے علاوہ مندرجہ ذیل صرف تین اراکین

- شریک ہوئے۔ (۱) شیخ الحدیث مولانا حسن جان صاحب، پشاور (۲) جناب شبیر احمد کاکاخیل، ماہر فلکیات، اسلام آباد (۳) جناب قاری عبدالرشید صاحب، کوئٹہ، بلوچستان۔
1. ساڑھے سات بجے کمیٹی کی طرف سے چیئرمین نے ریڈیو اور ٹی وی پر چاند نظر نہ آنے کا اعلان کر دیا۔
  2. مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے تینوں ارکان کی رائے یہ تھی کہ چونکہ ابھی ملک کے مختلف اطراف سے رابطہ قائم ہے، اس لیے ابھی نفی کا حتمی اعلان کرنے کے بجائے انتظار کرنا چاہیے اور چاند نظر نہ آنے کے اعلان میں اتنی جلدی نہیں کرنی چاہیے، مگر بہر حال اعلان ساڑھے سات بجے کر دیا گیا۔ لیکن مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے دو ارکان شیخ الحدیث جناب مولانا حسن جان صاحب اور جناب شبیر احمد کاکاخیل وہیں موجود رہے تاکہ اگر گواہیاں آئیں تو چیئرمین کو اطلاع دے کر اجلاس دوبارہ بلا لیا جائے۔
  3. جب قلات (بلوچستان)، بنو، ہنگو، پنج پیر (سرحد) وغیرہ سے چاند دیکھے جانے کی اطلاعات فون پر موصول ہوئیں اور ان مقامات کے علماء کرام نے فون پر بتلایا کہ انہوں نے گواہیاں شرعی قاعدے کے مطابق وصول کی ہیں تو چیئرمین کو اس کی اطلاع دی گئی اور کمیٹی کا اجلاس دوبارہ ہوا۔
  4. چیئرمین جناب مفتی منیب الرحمن صاحب نے پیر ہی کے روز، جبکہ صوبہ سرحد میں روزہ تھا، دارالعلوم کراچی کے سربراہ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کو ان کے استفسار پر یہ تفصیل بتائی تھی کہ پہلے اجلاس میں ہم چار افراد شریک تھے (جن کے نام اوپر بیان ہوئے ہیں) اور دوسرے اجلاس میں ہم صرف تین افراد شریک تھے، ایک یعنی میں چیئرمین، دوسرے مولانا حسن جان صاحب، اور تیسرے جناب شبیر احمد کاکاخیل صاحب، جبکہ چوتھے جناب قاری عبدالرشید صاحب کوئٹہ واپس جا چکے تھے۔ ان دو ارکان کمیٹی نے گواہیوں کو قبول کر لیا اور میں نے کہا کہ میں پچھلے فیصلے پر قائم ہوں، نئی گواہیوں پر اگر کوئی روزہ رکھنا چاہے تو رکھ لے۔

مذکورہ بالا تفصیل کو سامنے رکھ کر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کا دوسرا اجلاس جو عشاء کے بعد ہوا اس میں کمیٹی نے کوئی متفقہ فیصلہ نہیں کیا بلکہ اس فیصلے میں اختلاف تھا، جیسا کہ ۲۷ اکتوبر کے اخبارات کی رپورٹ سے بھی ظاہر ہے۔ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے دونوں حاضر ارکان کی رائے یہ تھی کہ موجود شہادتوں کی بنیاد پر پیر کے دن روزے کا فیصلہ کر دیا جائے، جبکہ چیئرمین کی رائے مختلف تھی۔ ایسی صورت میں کمیٹیوں اور عدلیہ کے مسلمہ اصولوں کے مطابق چیئرمین صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ ارکان کی اکثریت کے مطابق فیصلے کا اعلان کر کے اپنی رائے بطور اختلافی رائے ذکر فرمادیتے، لیکن انہوں نے ایسا کرنے کی بجائے یہ اعلان کیا کہ میں اپنے پچھلے فیصلے پر قائم ہوں، جو لوگ نئی شہادتوں کی بنیاد پر پیر کے روزہ رکھنا چاہیں وہ روزہ رکھ لیں۔ لہذا اب صورتحال یہ ہے کہ ایک طرف کمیٹی کے ارکان کی متفقہ رائے ہے اور دوسری طرف چیئرمین کا اعلان، حالانکہ صدرِ پاکستان کی طرف سے پورے ملک میں رویتِ ہلال کا فیصلہ کرنے کا اختیار صرف چیئرمین کو نہیں دیا گیا بلکہ کمیٹی کو دیا گیا ہے جس کا ایک حصہ چیئرمین بھی ہے، اور چیئرمین نے اپنے آخری اعلان میں فیصلے کو کمیٹی کے بجائے خود اپنی طرف منسوب کیا، اور ساتھ ہی دوسری شہادتوں کے بارے میں خود ہی یہ بھی کہا کہ جو لوگ ان کی بنیاد پر روزہ رکھنا چاہیں رکھ لیں، اس اعلان کی وجہ سے صورتحال زیادہ مشکوک اور مبہم ہو گئی۔

اس افسوسناک اور مبہم صورتحال کے لیے پہلے ہی دن سے یہ کوشش کی گئی کہ اس ابہام کا ازالہ خود مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے ذریعے سے ہو جائے اور جناب چیئرمین اور دوسرے معزز ارکان سے براہ راست ان کا موقف معلوم کر کے کسی ایک متفقہ نتیجے پر پہنچا جاسکے، اور خود مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی ہی کی طرف سے صورتحال کی وضاحت ہو جائے تاکہ ملک میں کوئی خلفشار پیدا نہ ہو۔ چنانچہ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی نے پیر ۲۷ اکتوبر کے دن چیئرمین مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی جناب مفتی منیب الرحمن صاحب کو فون کر کے صورتحال دریافت کی تو انہوں نے اس اختلاف کا ذکر کیا جو ان کے اور ارکان مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے درمیان پیش آیا تھا۔ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے

ان سے کہا کہ بہتر ہو گا کہ اس مسئلہ کے حل کے لیے ہم سب کا باہمی مشورہ ہو جائے۔ مگر انہوں نے کہا کہ میں آج ہی دہی جا رہا ہوں اور ۳ نومبر کو واپس آؤں گا، مفتی صاحب نے ان سے درخواست کی کہ مسئلہ بہت اہم ہے، پورے ملک کے دارالافتاؤں، علماء و عوام کی طرف سے سوالات آنے شروع ہو گئے ہیں، اگر متفقہ فیصلے میں تاخیر ہوئی تو پورے ملک میں خلفشار پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، اس نزاکت کے پیش نظر آپ اگر اپنا سفر ایک دو روز کے لیے ملتوی کر دیں تو بہتر ہے، مگر انہوں نے انکار کیا۔ مفتی صاحب نے ان سے پھر کہا کہ آپ اپنا دہی کا نمبر ہمیں دے دیں تاکہ مشورہ کے لیے آپ سے رابطہ کی ضرورت ہو تو رابطہ کیا جاسکے۔ انہوں نے کہا کہ ایسا کوئی نمبر میرے پاس نہیں، البتہ وہاں جانے کے بعد ایسا کوئی فون نمبر دستیاب ہو گیا تو اطلاع کر دوں گا۔ اور جب ۳ نومبر کو واپس آ جاؤں گا تو کوئی مشورہ بھی ہو سکے گا اور اس میں آپ کو بھی بلا لیا جائے گا۔ مگر انہوں نے دہی جانے کے بعد کوئی نمبر دیا اور نہ وہاں سے آنے کے بعد کوئی رابطہ کیا۔ اس کے برعکس جس رات کو وہ دہی گئے اس سے اگلی صبح کو اخبارات میں ایک مسلک کی کئی تنظیموں کے بیانات شائع کرائے گئے کہ چیئرمین کا فیصلہ بالکل درست ہے، ان تنظیموں کے پاس اس دعوے کی کیا دلیل تھی وہ آج تک معلوم نہ ہو سکی۔

اسی اثنا میں مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے دونوں حاضر ارکان اور بلوچستان کے قاری عبد الرشید صاحب سے اور ملک کے ماہر فلکیات سے نیز بنوں، ہنگو، پنج پیر، کوسٹہ، قلات، پشین اور دیگر مقامات پر جن علماء کرام نے شہادتیں جمع کی تھیں ان تمام کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں اور یہ معلومات کراچی، سندھ اور پنجاب کے تمام اہم دارالافتاء میں بھیجی گئیں، اور ان سے درخواست کی گئی کہ ان معلومات کی روشنی میں خالص فقہی اور شرعی نقطہ نظر سے غور کیا جائے جن میں مولانا مفتی منیب الرحمن صاحب کا مدرسہ جامعہ نعیمیہ کراچی بھی شامل تھا۔

رویت ہلال کمیٹی کے جن ارکان نے پیر کے روزے کی رائے دی تھی ان سے رابطہ کے دوران یہ بات بھی واضح ہوئی کہ انہوں نے پشاور اور چارسدہ کی ان شہادتوں پر اعتماد نہیں کیا جو روایتی طور پر ناقابل قبول سمجھی جاتی ہیں، بلکہ پشاور سے وصول ہونے والی

شہادتوں کو مسترد کر دیا تھا، نیز متعدد ماہرینِ فلکیات سے، جن میں سپارکو کے ایک ماہرِ فلکیات کے علاوہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے ایک رکن جناب شبیر کا کاخیل بھی شامل ہیں، یہ معلوم ہوا کہ اتوار ۱۲ اکتوبر کو چاند نظر آنا مشکل ضرور تھا مگر ناممکن نہیں تھا، کیونکہ چاند کی عمر اس وقت ۲۴ گھنٹے ہو چکی تھی جبکہ نظر آنے کا امکان ۱۷، ۱۸ گھنٹے کے بعد ہو جاتا ہے۔

چونکہ پیش نظر یہ تھا کہ مسئلہ کو خالص شرعی بنیادوں پر حتی الامکان اتفاق رائے سے حل کیا جائے، اس لیے چیئرمین رویتِ ہلال کمیٹی کی طرف سے کوئی جواب نہ آنے کے بعد علامہ شاہ احمد نورانی سے مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے فون پر رابطہ کیا اور ان کی قیام گاہ پر ۱۱ نومبر کو بعد ترواح مجلس مشاورت طے ہوئی، جس میں چیئرمین مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی مولانا مفتی منیب الرحمن صاحب کو بھی دعوت دی گئی، مگر جب دعوت دینے کے لیے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے ان سے رابطہ کیا تو انہوں نے تشریف آوری کا وعدہ کرنے کے بجائے یہ کہا کہ میں علامہ شاہ احمد نورانی سے رابطہ کر کے جواب دوں گا۔ لیکن پھر ان کا کوئی جواب نہ آیا، بالآخر شاہ احمد نورانی صاحب کی طرف سے ناسازی طبع کی بنا پر مجلس مشاورت منسوخ کر دی گئی۔

چونکہ عشرہ آخریہ قریب آرہا ہے اور پورے ملک سے سوالات کی بھرمار تھی، مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے چیئرمین صاحب سے مشاورت کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی تھیں، اس لیے کراچی کے جن اداروں کے علماء کرام کو مختصر وقت میں جمع کرنا ممکن ہوا ان کی ایک مجلس مشاورت جامعہ دارالعلوم کراچی میں ۱۲ نومبر کو منعقد کی گئی، جس میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے علاوہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، جامعہ فاروقیہ، جامعہ بنوریہ، اشرف المدارس اور جامعہ دارالخیر وغیرہ شامل تھے، سب حضرات کا اس بات پر اتفاق تھا کہ صورت حال چونکہ مبہم ہے اس لیے ملک میں کوئی خلفشار پیدا ہونے سے بچاؤ کی ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے اور کسی پر کوئی الزام عائد کیے بغیر لوگوں کو خالص دینی بنیاد پر احتیاط کا مشورہ دے دیا جائے۔ چنانچہ اس اجتماع نے رمضان کی تاریخ تبدیل کر کے یاروزے کی قضاء واجب ہونے کا فتویٰ دینے کے بجائے مندرجہ ذیل اعلامیہ جاری کیا:

## جامعہ دارالعلوم کراچی کے اجتماع کا اعلامیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ الحمد للہ وکفیّ وسلام علیٰ عباده الذین اصطفیٰ۔

آج بتاریخ ۱۱ نومبر ۲۰۰۳ء کراچی کے اہل فتویٰ علماء کا ایک اجتماع دارالعلوم کراچی (کورنگی) میں ہوا جس میں رمضان المبارک کے چاند کے سلسلے میں رویتِ ہلال کمیٹی کے اختلافی فیصلے سے پیدا ہونے والے مسائل پر غور کیا گیا اور متعلقہ حالات و واقعات اور شرعی احکام پر غور و خوض کے بعد حسب ذیل قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی:

”ہم پاکستان کے مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ اس مرتبہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے اختلافی اور مبہم فیصلے کی وجہ سے ۲۷ اکتوبر کو چاند نظر آنے یا نہ آنے کے بارے میں صورت حال کم از کم مشکوک ضرور ہو گئی ہے، لہذا جن حضرات نے پیر ۲۷ اکتوبر کو روزہ نہیں رکھا وہ احتیاطاً ایک روزے کی قضا کر لیں، اور احتیاطاً اعتکاف ۱۵ نومبر کی شام سے شروع کر دیا جائے۔

صورت حال کی یہ وضاحت ان حقائق کو سامنے لانے کے لیے کی گئی ہے جن کی پوشیدہ ہونے کی وجہ سے طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس کا مقصد خدا نخواستہ کوئی بحث و مباحثہ کی فضا پیدا کرنا نہیں، نہ کسی کی مخالفت یا موافقت مقصود ہے۔ تمام اہل علم اور عوام سے یہ دردمندانہ اپیل ہے کہ خالص عبادت کے مسئلہ کو مسلمانوں میں تفرقہ کا ذریعہ نہ بنایا جائے، اور اگر اختلافِ رائے بھی ہو تو اس کو علمی حد تک محدود رکھا جائے۔“

# رمضان کا چاند: مشترکہ دینی قیادت کی آزمائش

(روزنامہ پاکستان، لاہور - ۲۱ نومبر ۲۰۰۳ء)

رویتِ ہلال کا مسئلہ اس سال قومی سطح پر متنازعہ صورت اختیار کرنا نظر آ رہا ہے، اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ اگر اس مسئلہ کو سنجیدگی کے ساتھ حل کرنے کی فوری کوشش نہ کی گئی تو عید الفطر کے موقع پر یہ خلفشار و سبع تر صورت اختیار کر جائے گا، اور قوم متفقہ یا کم از کم اکثریتی عید کے ثواب و لطف سے محروم ہو جائے گی۔

## مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے قیام کا پس منظر

اب سے ربع صدی قبل بلکہ اس سے بھی پہلے ہمارے طالب علمی کے دور میں یہ صورتحال عام طور پر پیش آ جاتی تھی کہ چاند کی رویت کے مسئلہ پر اختلاف ہو جاتا تھا اور بسا اوقات ایک شہر میں دو دن الگ الگ عید منائی جاتی تھی۔ رویتِ ہلال یا چاند کے اعلان کے سرکاری نظام پر اعتماد نہ ہونے کی وجہ سے عام طور پر علماء کرام سرکاری اعلان پر بھروسہ کرنے کی بجائے چاند کی رویت اور اعلان کا خود اہتمام کرتے تھے۔ مسلکی و علاقائی رجحانات بھی اس کا باعث بن جایا کرتے تھے کہ ایک دوسرے کے اعلان پر اعتماد کرنے پر علیحدہ اہتمام کو ترجیح دی جاتی تھی، اور رمضان اور عید باہمی اختلاف کا شکار ہو جاتے تھے۔

ایک بار ایسا بھی ہوا کہ عید کے سرکاری اعلان کو قبول نہ کرنے پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور مولانا مفتی محمد حسین نعیمیؒ جیسے اکابر علماء کرام گرفتار کر لیے گئے اور انہیں کم و بیش ایک ماہ جیل میں رہنا پڑا۔ اس کے بعد علماء کرام کے اس مطالبے کو تسلیم کر لیا گیا کہ رویتِ ہلال کا نظام تمام مکاتبِ فکر کے سرکردہ اور نمائندہ علماء کرام کی ایک کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے، اور حکومت اس کمیٹی کے فیصلوں پر عملدرآمد کی ذمہ داری قبول کرے۔ مختلف مکاتبِ فکر کے ذمہ دار حضرات کو مشورہ میں شریک کرنے کی روایت قائم ہوئی، اور بڑے بڑے علماء کرام کی موجودگی

کی وجہ سے آہستہ آہستہ اعتماد کی یہ فضا قائم ہوتی گئی کہ ملک کے اکثر حصوں میں رویتِ ہلال کا کوئی متبادل انتظام کرنے کی بجائے مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے فیصلے کو قبول کیا جانے لگا، اور خوشگوار صورت سامنے آنے لگی کہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کو اس سلسلے میں فیصلہ کن اور مجاز اتھارٹی کا درجہ حاصل ہو گیا۔ اگرچہ اس کے بعد بھی چند مخصوص علاقوں میں اس سے الگ عمل ہوتا رہا مگر مجموعی طور پر رمضان المبارک، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا تعین منفقہ طور پر ہونے لگا۔

## اس سال کا خلفشار

مگر اس سال اعتماد و اتحاد کی یہ فضا مجروح ہوتی دکھائی دی رہی ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق حالات و واقعات کی ترتیب کچھ اس طرح ہے کہ ۲۶ اکتوبر اتوار کو مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کا اجلاس پشاور میں کمیٹی کے چیئرمین مولانا مفتی منیب الرحمن کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں کمیٹی کے مستقل ارکان میں سے ان کے علاوہ صرف ۳/۱ ارکان مولانا حسن جان آف پشاور، جناب شبیر احمد کا کاخیل، اور قاری عبد الرشید آف کوئٹہ شریک تھے۔ ساڑھے سات بجے تک کسی جگہ سے چاند نظر آنے کی اطلاع موصول نہ ہونے پر کمیٹی کے چیئرمین مولانا مفتی منیب الرحمن نے طے کیا کہ چاند نہ آنے کا اعلان کر دیا جائے۔ جبکہ کمیٹی کے دیگر شرکاء نے رائے دی کہ ابھی حتمی اعلان نہ کیا جائے بلکہ کچھ مزید انتظار کر لیا جائے، مگر چیئرمین نے اس رائے کو قبول نہ کرتے ہوئے ساڑھے سات بجے ریڈیو اور ٹی وی پر اعلان کر دیا کہ ملک کے کسی حصے سے چاند دیکھے جانے کے اطلاع نہیں ملی اس لیے رمضان المبارک کا آغاز پیر کی بجائے منگل ۲۸ اکتوبر کو ہو گا۔

اس کے بعد چیئرمین اور قاری عبد الرشید وہاں سے روانہ ہو گئے جبکہ دوسرے دو ارکان مولانا حسن جان اور شبیر احمد کا کاخیل وہیں بیٹھے رہے، ان کا خیال تھا کہ اگر اس کے بعد کوئی شہادت یا اطلاع موصول ہو تو وہ چیئرمین سے گزارش کر کے کمیٹی کا دوبارہ اجلاس طلب کر لیں گے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ اس کے بعد مختلف اطراف سے شہادتیں اور اطلاعات موصول ہونا شروع ہوئیں، اس دوران پشاور سے شہادتیں موصول ہوئیں جن پر ان دونوں حضرات نے قناعت نہیں کی۔ مگر بنوں، ہنگو، پنج پیر، کوئٹہ اور پشین سے اطلاعات موصول ہوئیں کہ ان مقامات پر چاند دیکھا گیا اور علماء کرام نے شرعی بنیاد پر شہادتیں لی ہیں، تو مولانا محمد حسن جان اور جناب شبیر احمد کا کاخیل نے مولانا مفتی منیب الرحمن سے رابطہ کیا اور وہ تشریف لے آئے۔ مگر انہوں نے ان اطلاعات اور شہادتوں کو قبول کرنے کی بجائے سابقہ

فیصلہ پر قائم رہنا مناسب سمجھا، اور فرمایا کہ وہ اپنے اعلان پر قائم ہیں، ان نئی اطلاعات اور شہادتوں کی بنیاد پر جو حضرات پیر کو روزہ رکھنا چاہیں رکھ لیں۔

یہ ہے اس اختلاف کا نقطہ آغاز جس کے بعد رمضان المبارک کے چاند کے بارے میں اختلافی بیانات کا سلسلہ شروع ہو گیا، جو بڑھتے بڑھتے اس مرحلہ تک پہنچ گیا کہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے رکن شیخ الحدیث مولانا حسن جان نے کمیٹی کی رکنیت سے احتجاجاً استعفیٰ دے دیا ہے، اور کراچی کے سرکردہ علماء کرام نے رویت ہلال کمیٹی کے سلسلہ میں کمیٹی کے چیئرمین مولانا مفتی منیب الرحمن کے اعلان پر شک کا اظہار کرتے ہوئے ایک اعلامیہ میں عوام کو مشورہ دیا ہے کہ جن لوگوں نے پیر کو روزہ نہیں رکھا وہ عید کے بعد احتیاطاً یہ روزہ قضا کریں اور اعتکاف بھی ایک روز پہلے شروع کیا جائے۔

ایک قومی روزنامہ میں شائع ہونے والے بیان کے مطابق مولانا حسن جان نے تین باتوں کو اپنے احتجاجی استعفیٰ کی بنیاد بنایا ہے:

1. ایک یہ کہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین نے کمیٹی کے دوسرے ارکان کی رائے کو درخور اعتنا نہیں سمجھا اور اپنے ذاتی فیصلے پر اڑے رہے۔
2. دوسری یہ کہ وفاقی وزیر اطلاعات شیخ رشید احمد کا بیان بھی خاصا توہین آمیز تھا۔
3. تیسری یہ کہ وفاقی وزیر مذہبی کے سیکرٹری کا یہ اخباری بیان ہتک آمیز ہے کہ ”سابقہ فیصلہ تبدیل کرنا شہرت پسند عناصر کی طرف سے تھا“۔

مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین مولانا مفتی منیب الرحمن کا جو موقف اخبارات کے ذریعے سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ صوبہ سرحد کی حکومت نے رویت ہلال کمیٹی کو ہائی جیک کرنے کی کوشش کی، انہوں نے غیر متعلقہ لوگوں اور وزراء کو اجلاس میں بٹھایا جو سراسر غلط تھا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کی مقرر کردہ کمیٹی کے فیصلے کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور اس کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا جا رہا ہے، اس طرح حکومت نے کمزوری دکھائی تو پھر کسی فیصلے پر بھی عمل نہیں کرایا جاسکے گا۔ کمیٹی کا اجلاس پشاور میں کرانا درست نہ تھا کیونکہ وہاں ایم ایم اے کی حکومت نے اپنی من مانی کرائی اور اس مقصد کے لیے پولیس کو استعمال کیا گیا۔ انہوں نے (کہا کہ) اسلام آباد سے ہدایات لینے کی بات میں بھی کوئی صداقت نہیں ہے اور رویت ہلال کمیٹی کے دیگر ارکان کی مخالفت کی بات بھی سراسر الزام تراشی ہے، فیصلہ پر ان لوگوں کے دستخط موجود ہیں، کیا ان سے ڈنڈے کے زور پر دستخط کرائے گئے تھے؟

## مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کی مساعی

اس صورت حال میں کراچی کے سرکردہ علماء کرام بالخصوص دارالعلوم کراچی کے سربراہ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی نے اس کوشش کا آغاز کیا ہے کہ مسئلہ کو زیادہ بگڑنے سے روکا جائے اور باہمی مصالحت کی صورت نکال لی جائے۔ انہوں نے مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے چیئرمین مولانا مفتی منیب الرحمن سے رابطہ کیا کہ باہم مل بیٹھ کر کوئی متفقہ راستہ اختیار کر لیا جائے، جس پر انہوں نے جواب دیا کہ وہ دعویٰ جا رہے ہیں واپسی پر دیکھیں گے۔ دعویٰ سے واپسی پر ان سے دوبارہ رابطہ کیا گیا تو بھی باہمی ملاقات و مشاورت کی کوئی صورت طے نہ ہو سکی۔ اس پر جسٹس (ر) مفتی محمد تقی عثمانی نے متحدہ مجلس عمل کے سربراہ احمد شاہ نورانی سے بات کی اور یہ مشورہ ہوا کہ ۱۱ نومبر کو تراویح کے بعد مولانا نورانی کی قیام گاہ پر مشترکہ اجلاس ہو جائے جس میں مولانا مفتی منیب الرحمن سے بھی شرکت کی گزارش کی جائے۔ مگر یہ اجلاس بھی منعقد نہ ہو سکا اور اس کے بعد دارالعلوم کراچی میں علماء کرام کے اجلاس میں یہ اعلامیہ جاری کیا گیا کہ

”ہم پاکستان کے مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ اس مرتبہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے اختلافی اور مبہم فیصلے کی وجہ سے ۲۶ اکتوبر کو چاند نظر آنے یا نہ آنے کے بارے میں صورت حال کم از کم مشکوک ضرور ہو گئی ہے، لہذا جن حضرات نے پیر ۲۷ اکتوبر کو روزہ نہیں رکھا وہ احتیاطاً ایک روزہ کی قضا کر لیں اور احتیاطاً اعتکاف ۱۵ نومبر کی شام سے شروع کر دیا جائے۔“

### حالیہ تنازع کے تین اہم پہلو

اب تک حاصل شدہ معلومات کی بنیاد پر واقعات کی ترتیب کا مختصراً تذکرہ کرنے کے بعد راقم الحروف اس سلسلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ اس سارے تنازع میں اختلاف کے تین بنیادی نکات سامنے آئے ہیں:

1. مولانا مفتی منیب الرحمن کا ارشاد ہے کہ ۲۶ اکتوبر کو چاند نظر نہ آنے کا ان کا اعلان کمیٹی کا فیصلہ ہے جس کی تعمیل لازمی ہے، اس سے علماء کرام کو اختلاف نہیں کرنا چاہیے، اور حکومت کو اس پر عملدرآمد کا اہتمام کرنا چاہیے۔ جبکہ اختلاف رکھنے والے علماء کا موقف یہ

ہے کہ چاند نظر نہ آنے کا فیصلہ صرف چیئر مین کا تھا جو اُن کا ذاتی فیصلہ ہے اور کمیٹی کے دیگر ارکان ان سے متفق نہیں تھے، اس لیے اسے کمیٹی کا فیصلہ قرار دے کر واجب التعمیل کہنا درست نہیں ہے۔

2. مفتی منیب الرحمن کو شکایت ہے کہ سرحد میں ایم ایم اے کی حکومت نے رویت ہلال کے مسئلہ میں مداخلت کی ہے اور فریق کا کردار ادا کیا ہے جو درست نہیں ہے۔

3. مولانا حسن جان کا ارشاد ہے کہ وفاقی وزیر اطلاعات اور سیکرٹری امور مذہبی نے ایک خالص دینی اور علمی مسئلے پر طعن و تشنیع کے انداز میں بیان بازی کر کے علماء کرام کی توہین کی ہے جو ناقابل برداشت ہے۔

## دینی قائدین سے گزارش

ہمارے خیال میں مسئلہ کو آگے بڑھنے سے روکنا چاہیے اور سنجیدہ حلقوں کو اس معاملہ میں مداخلت کر کے باہمی اتفاق رائے کی کوئی صورت نکال لینی چاہیے۔ اس ضمن میں وفاقی وزیر اطلاعات شیخ رشید احمد اور صوبہ سرحد کے وزیر امور مذہبی حافظ اختر علی کے جو بیانات اخبارات میں آئے ہیں وہ ہمارے نزدیک تشویشناک ہیں، اس لیے کہ وفاقی حکومت اور سرحد حکومت کے درمیان یا وفاقی حکومت اور متحدہ مجلس عمل کے درمیان معاملات جس انداز میں چل رہے ہیں، اس سے خطرہ ہے کہ رمضان اور عید کے مسائل کہیں سیاسی جھگڑوں کی بھینٹ نہ چڑھ جائیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ

- اس مسئلہ کو مسلکی تفریق اور سیاسی جھگڑوں سے بالاتر رکھنا ضروری ہے، اور
- رمضان المبارک کے چاند کے سلسلہ میں کمیٹی کے چیئر مین کے فیصلے پر اہل علم کو علمی بنیاد پر جو اشکال ہے، اس کا ازالہ بھی ضروری ہے۔

ہمارے خیال میں اگر مولانا احمد شاہ نورانی، مولانا فضل الرحمن، قاضی حسین احمد، پروفیسر ساجد میر، اور مولانا سمیع الحق باہمی مشاورت کے ساتھ مداخلت کریں اور فریقین کو اپنے ساتھ بٹھا کر کسی متفقہ فیصلے پر لانے کی کوشش کریں تو عید کے موقع پر قوم کو کسی وسیع تر خلفشار سے بچایا جاسکتا ہے۔

# عید کا چاند: تذبذب کی صورت حال اور اس کا حل

(روزنامہ پاکستان، لاہور - ۱۲ دسمبر ۲۰۰۳ء)

عید الفطر گزر گئی ہے اور ملک بھر میں روایتی جوش و خروش کے ساتھ منائی گئی ہے۔ رویتِ ہلال کا تنازع حسب توقع عید کے موقع پر بھی قائم رہا۔

## رویتِ ہلال کے مراحل اور خلفشار

- صوبہ سرحد کی رویتِ ہلال کمیٹی نے اپنے فیصلے کو درست قرار دیتے ہوئے پیر کی شام کو اجلاس طلب کر لیا اور سینکڑوں شہادتوں کی بنیاد پر فیصلہ صادر کر دیا کہ عید الفطر ۲۵ نومبر منگل کو ہوگی۔
- صوبہ بلوچستان کی رویتِ ہلال کمیٹی نے بھی اس حد تک صوبہ سرحد کا ساتھ دیا کہ چاند دیکھنے کے لیے اجلاس پیر کی شام کو طلب کر لیا، مگر کوئی شہادت نہ ملنے کی وجہ سے بدھ کی عید کا اعلان کر دیا۔
- جبکہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے چیئرمین مولانا مفتی منیب الرحمن نے اپنے سابقہ فیصلے پر قائم رہے، اور نہ صرف پیر کو کمیٹی کا اجلاس طلب کرنے سے انکار کر دیا بلکہ اس شام کو چاند دیکھے جانے کے بارے میں صوبہ سرحد کی رویتِ ہلال کمیٹی کے سامنے پیش ہونے والی شہادتوں کو بھی رد کر دیا۔

اس تنازع کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ صوبہ سرحد کے بیشتر حصوں میں منگل کو عید منائی گئی اور باقی تین صوبوں اور صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں بدھ کو عید ہوئی۔ اخباری اطلاعات کے مطابق پشاور شہر میں بھی یہ صورت حال رہی کہ بہت سے لوگ عید منا رہے تھے جبکہ بعض حضرات روزے سے تھے جنہوں نے دوسرے روز عید کی۔ حتیٰ کہ گورنر سرحد نے بھی وفاق کا نمائندہ ہونے کی بنا پر بدھ کو نماز عید الفطر ادا کی۔

یہ صورت حال خلاف توقع نہیں تھی، ہم اس کالم میں یہ عرض کر چکے تھے کہ اگر مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی اور صوبہ سرحد کی رویتِ ہلال کمیٹی کے درمیان، یا مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے چیئرمین اور ارکان کے مابین تنازع کو ختم کرانے کے لیے عید سے قبل فریقین کو بٹھانے اور مصالحت کرانے کی سنجیدہ کوشش نہ کی گئی تو عید الفطر خلفشار کا شکار ہو جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اگرچہ خلفشار کا دائرہ زیادہ وسیع نہیں ہوا مگر رویتِ ہلال کے حوالے سے ایک نئی بحث کا آغاز ہو گیا ہے، جو صرف اس لحاظ سے نئی ہے کہ ایک طویل وقفے کے بعد یہ بحث دوبارہ شروع ہوئی ہے، ورنہ اس میں زیر بحث آنے والے مسائل اور نکات میں کوئی نکتہ ایسا نہیں ہے جس پر اس سے قبل تفصیل کے ساتھ گفتگو نہ ہو چکی ہو۔ کیونکہ کم و بیش رابع صدی پہلے طویل مباحثے کے بعد قومی سطح پر اس بات پر اتفاق رائے ہو گیا تھا کہ مختلف مکاتبِ فکر کے سرکردہ علماء کرام پر مشتمل مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی قائم کی جائے اور عید یارِ رمضان المبارک کے چاند کے بارے میں اسی کے اعلان کو حتمی تصور کیا جائے۔

ہمارے خیال میں اس تنازع سے رونما ہونے والے خلفشار کا دائرہ وسیع نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ بلوچستان کی رویتِ ہلال کمیٹی کو عید کا چاند پیر کی شام کو دیکھنے جانے کی شہادتیں نہیں ملیں، ورنہ رمضان المبارک کے چاند میں کوئٹہ کی رویتِ ہلال کمیٹی پشاور کی رویتِ ہلال کمیٹی کے ساتھ متفق تھی۔ اور اگر عید کے چاند میں بھی دونوں کا اتفاق ہو جاتا تو اس خلفشار کا دائرہ ملک کے دوسرے حصوں تک بڑھ سکتا تھا، اس لیے کہ کراچی کے ایک ذمہ دار مفتی صاحب نے مجھے ذاتی طور پر بتایا ہے کہ کراچی کے جن علماء کرام نے رمضان کے چاند کے بارے میں مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے اعلان کو کسی حد تک مشکوک قرار دے کر اعتکاف احتیاطاً ایک دن پہلے بیٹھنے اور احتیاط ہی کے طور پر ایک روزہ قضا کرنے کا جو اعلامیہ جاری کیا تھا، اس میں پشاور کی رویتِ ہلال کمیٹی کا اعلان اصل بنیاد نہیں بنا تھا، بلکہ کوئٹہ کی رویتِ ہلال کمیٹی کے سامنے پیش ہونے والی شہادتوں اور مذکورہ کمیٹی کے فیصلے کے باعث کراچی کے چند سرکردہ علماء کرام نے یہ اعلان کرنا ضروری سمجھا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عید کے چاند کے بارے میں کوئٹہ کی رویتِ ہلال کمیٹی کو چند شہادتیں مل جاتیں اور وہ منگل کی عید کا فیصلہ کر دیتی تو کراچی اور دوسرے شہروں کے ان علماء کرام کے لیے بھی منگل کو عید نہ کرنے کا اعلان مشکل ہو جاتا، جو اس سے قبل قوم کو اعتکاف ایک دن پہلے بیٹھنے اور ایک روزے کی احتیاطاً قضا کرنے کا مشورہ دے چکے تھے۔

## مرکزیت کے خاتمہ اور فرقہ وارانہ کشمکش کا خطرہ

ہمارے ہاں گوجرانوالہ میں پیر کی شام تک تذبذب کی فضا موجود تھی۔ بہت سے مراکز میں جہاں ۲۹ ویں شب کو تراویح میں قرآن کریم ختم کرنے کا عرصہ سے معمول چلا آ رہا ہے، انہوں نے احتیاطاً ایک روز قبل ۲۸ ویں شب کو قرآن کریم مکمل کر لیا تھا۔ اور چونکہ اس قسم کے معاملات میں مرکزی جامع مسجد کے اعلان کو شہر میں زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، اس لیے مغرب کے بعد سے ہی فون پر لوگوں نے سوال کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور جب پشاور کی رویتِ ہلال کمیٹی نے مبینہ طور پر سینکڑوں شہادتوں کی بنیاد پر منگل کی عید کا اعلان کر دیا تو ان رابطوں میں اضافہ ہو گیا، اور بعض بزرگوں نے مجھ سے یہ تقاضا شروع کر دیا کہ مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ کی طرف سے بھی منگل کو عید منانے کا اعلان کر دیا جائے، مگر میرے پیش نظر تین باتیں تھیں:

1. ایک یہ کہ کراچی، لاہور، اسلام آباد اور دیگر بڑے شہروں کے علماء کرام کا موقف کیا ہے؟ اسے معلوم کرنا چاہیے اور جو فیصلہ بھی ہو اس کا اعلان اجتماعی طور پر کرنا چاہیے تاکہ خلفشار کو کم سے کم دائرے میں محدود کیا جاسکے۔
2. دوسری بات یہ تھی کہ کم و بیش ربع صدی کی محنت کے ساتھ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کا اعتماد اور ساکھ اس درجے پر آئی ہے کہ اس کے اعلان کو رویتِ ہلال کے بارے میں قومی سطح پر حتمی تصور کیا جاتا ہے، اس لیے ایک وقتی تنازع اور اختلاف کی وجہ سے اس ساکھ اور اعتماد کو مجروح کرنے کی کوئی صورت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔
3. تیسرا مسئلہ یہ تھا کہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے چیئرمین مولانا مفتی منیب الرحمن کے رمضان المبارک کے چاند کے بارے میں اعلان سے اختلاف کرنے والے سب علماء کرام دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، اور انہوں نے رمضان المبارک کے دوران اس اختلاف کے اظہار کے مختلف مراحل میں سے کسی مرحلے میں بھی اس بات کا اہتمام نہیں کیا کہ وہ اپنے اختلاف کے بارے میں دوسرے مسالک کے علماء کرام کو بھی اعتماد میں لیں۔ جس کی وجہ سے عملی صورت حال یوں ہو گئی تھی کہ مولانا مفتی منیب الرحمن کے فیصلے سے اختلاف صرف دیوبندی مکتب فکر کی طرف سے سامنے آیا اور دوسرے مکاتب فکر مثلاً اہل حدیث اور اہل تشیع نے اپنی خاموشی کی صورت میں مفتی صاحب کے موقف کا ساتھ دیا۔

اس صورتحال میں پنجاب اور سندھ میں منگل کی عید کا اعلان فرقہ وارانہ تنازع کی شکل اختیار کر سکتا تھا، اور میں نے کبھی خود کو ایسی صورتحال کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں پایا، اس لیے مقامی سطح پر کسی مشاورت کا اہتمام کرنے کے بجائے میں نے بڑے شہروں کے علماء کرام سے رابطہ قائم کرنے کو ترجیح دی اور جب نصف شب کے قریب کراچی، لاہور، اسلام آباد اور راولپنڈی کے ذمہ دار علماء نے فون پر بتایا کہ انہوں نے بدھ کے روز عید کا فیصلہ کر لیا ہے تو میں نے بھی مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ کی طرف سے دوستوں کو بتا دیا کہ ہم بھی بدھ ہی کو عید کریں گے۔

## پشاور کی روایتِ ہلال کی روایت

اس طرح عملاً اس بار بھی وہی ہوا جو اس سے قبل کئی بار ہو چکا ہے کہ پشاور اور کچھ دیگر علاقوں میں ایک روز پہلے عید ہوئی اور باقی ملک نے دوسرے دن عید منائی۔ البتہ اس بار فرقہ یہ تھا کہ صوبائی حکومت اس مسئلہ میں فریق بن گئی جو اسے نہیں بننا چاہیے تھا۔ سرحد میں متحدہ مجلس عمل کی صوبائی حکومت کا چاند کے مسئلہ پر فریق بننا ہمارے خیال میں درست نہیں ہے، اس سے خلفشار پیدا ہوگا۔ سرحد حکومت کو یہ مسئلہ روایتِ ہلال کمیٹی کے ارکان کے درمیان ہی رہنے دینا چاہیے تھا اور اس میں فریق کا کردار ادا نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن ”رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند“ کے مصداق سرحد حکومت نے فریق بننے کو ترجیح دی جس سے خود سرحد حکومت کو نقصان پہنچا ہے۔

گزشتہ روز چند نوجوان علماء کرام میرے پاس تشریف لائے اور انہوں نے سوال کیا کہ جب پشاور کے سرکردہ اور ذمہ دار علماء کرام نے کہا ہے کہ ان کے سامنے پیر کی شام کو عید کا چاند دیکھے جانے کی سینکڑوں شہادتیں پیش ہوئی ہیں تو ملک کے دیگر حصوں کے علماء کرام نے ان کی اس بات کو قبول نہیں کیا؟ میں نے عرض کیا کہ اس کا ایک جواب تو وہ ہے جو حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی نے دیا ہے کہ سرحد کی صوبائی روایتِ ہلال کمیٹی کے فیصلے کا اطلاق صرف صوبہ سرحد پر ہوتا ہے، ملک کے دوسرے حصوں پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ معلوم نہیں مفتی صاحب موصوف نے یہ بات پاکستان کے مختلف حصوں کے مطالع مختلف ہونے کے مبینہ اصول کو تسلیم کرتے ہوئے کہی ہے، یا حکومتی اختیار اور صوابدید کے دائرہ کار کو سامنے رکھ کر یہ جواب دیا ہے، اس کی وضاحت مفتی صاحب ہی بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔ مگر ان کے اس جواب سے یہ نیا سوال پیدا ہو گیا ہے کہ پاکستان میں روایتِ ہلال کے بارے

میں اعلان کا حتمی اختیار صرف مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کو حاصل ہے یا علاقائی رویتِ ہلال کمیٹیاں بھی الگ طور پر یہ اختیار رکھتی ہیں؟

البتہ میرے نزدیک پشاور کے علماء کرام کا فیصلہ باقی ملک میں قبول نہ کیے جانے کی وجہ اس کہاوت کے ذریعے سے زیادہ بہتر طور پر سمجھ میں آسکتی ہے جو اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ ایک لڑکے نے گاؤں سے باہر جا کر ایک ٹیلے پر چڑھ کر اعلان کیا کہ لوگو، اپنا بچاؤ کر لو، شیر آگیا ہے۔ گاؤں میں بھاگ دوڑ شروع ہو گئی مگر تھوڑی دیر کے بعد پتہ چلا کہ شیر کہیں سے نہیں آیا، اس لڑکے نے مذاق کیا ہے۔ ایک آدھ بار اس لڑکے نے پھر ایسا کیا تو تھوڑی بہت ہلچل ہوئی، مگر زیادہ لوگوں نے اس میں دلچسپی نہ لی۔ ایک روز ایسا ہوا کہ فی الواقع ایک شیر گاؤں کی طرف آگیا جس پر اسی لڑکے نے ٹیلے پر چڑھ کر شور مچایا کہ ”شیر آیا شیر آیا“ مگر کسی نے اس کی بات کی طرف توجہ نہ دی اور شیر اطمینان کے ساتھ اپنا کام کر گیا۔

میں پشاور کی رویتِ ہلال کمیٹی کے سامنے پیش کی جانے والی شہادتوں اور ذمہ دار علماء کرام کے فیصلے پر کسی شک کا اظہار نہیں کر رہا، یقیناً یہ شہادتیں پیش ہوئی ہیں اور ان کی بنیاد پر فیصلہ کرنے والے علماء کرام کی نیک نیتی اور سنجیدگی بھی شک و شبہ سے بالاتر ہے، مگر اس سوال کا جواب خود انہیں تلاش کرنا چاہیے کہ ان کے اس اعلان کو باقی ملک میں آخر کیوں قبول نہیں کیا گیا؟ اور سینکڑوں شہادتوں اور اس قدر اہتمام کے باوجود ان کے فیصلے کو ایک بار پھر یہ کہہ کر کیوں ٹال دیا گیا ہے کہ ”چھوڑ جی! پشاور والے تو پہلے بھی اسی طرح کرتے ہیں۔“

باقی رہی بات مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے چیئرمین اور ارکان کے درمیان اختلاف و تنازع کی، تو اس کا حل آج بھی صرف یہ ہے کہ انہیں بٹھا کر باہمی اتفاق سے اختلاف کو دور کر دیا جائے۔ اور اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو موجودہ کمیٹی کو توڑ کر نئی کمیٹی تشکیل دی جائے، کیونکہ موجودہ صورت میں یہ کمیٹی آئندہ بھی قوم کو کوئی متفقہ فیصلہ نہیں دے سکے گی۔

## رویتِ ہلال اور اختلافِ مطالع

(روزنامہ پاکستان، لاہور۔ ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۲ء)

سرحد اسمبلی کی رمضان اور عید کو سعودیہ سے منسلک کرنے کی قرارداد

سرحد اسمبلی کی اس متفقہ قرارداد نے رویتِ ہلال کے مسئلہ پر ایک بار پھر ہلچل پیدا کر دی ہے کہ مرکزی رویتِ ہلال کو توڑ دیا جائے اور رمضان المبارک اور عیدین وغیرہ کے نظام کو سعودی عرب کے ساتھ منسلک کر کے جس روز سعودیہ میں چاند کا اعلان ہو اُس کے مطابق روزہ اور عید کا پاکستان میں بھی اعلان کر دیا جائے۔

گزشتہ سال رمضان المبارک اور عید الفطر کے چاند کے حوالے سے صوبہ سرحد اور باقی ملک میں جو بد مزگی پیدا ہو گئی تھی، اس کے پس منظر میں سرحد اسمبلی کی یہ متفقہ قرارداد خصوصی اہمیت کی حامل ہے، جس کے مثبت اور منفی پہلوؤں پر بحث کا سلسلہ جاری ہے۔ سرحد اسمبلی میں یہ متفقہ قرارداد عوامی نیشنل پارٹی کی طرف سے پیش کی گئی جسے متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے حکومتی پارٹی متحدہ مجلس عمل کی تائید بھی حاصل ہے۔ اور متحدہ مجلس عمل میں چونکہ ملک کے تمام مذہبی مکاتب فکر کے لوگ موجود ہیں، اس لیے اسے صرف سیاسی قرارداد کا درجہ حاصل نہیں رہا بلکہ مختلف مکاتب فکر کے کردہ علماء کرام کی رضامندی کی جھلک اس میں نمایاں طور پر دکھائی دے رہی ہے۔

ہمارے ہاں کچھ عرصہ قبل تک رمضان المبارک اور عیدین کے چاند کا مسئلہ خاصی پریشانی کا باعث رہا ہے۔ کوئی مرکزی نظام نہ ہونے کی وجہ سے ملک کے مختلف حصوں میں چاند الگ الگ دیکھنے کا اہتمام ہوتا تھا جس کے ساتھ مسلکی اختلافات کا پس منظر بھی شامل ہو جاتا تھا۔ بسا اوقات ایک ہی شہر میں دو دو دن عید ہو جایا کرتی تھی۔ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کی تشکیل کے بعد اس صورتحال میں خاصا فرق آیا اور اگرچہ صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں پھر بھی الگ عید ہو جاتی تھی، مگر عام طور پر ملک بھر میں رمضان المبارک اور عیدین کا نظام مربوط ہو گیا تھا اور ملک کی اکثریت ایک روز عید منانے لگی

تھی۔ اس میں رخنہ گزشتہ سال پیدا ہوا جب صوبہ سرحد کی رویتِ ہلال کمیٹی نے رمضان المبارک کے چاند کے سلسلے میں مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کا فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا، اور اس سے صوبہ سرحد کے ایک بڑے حصے میں رمضان اور عید کا نظام باقی ملک سے الگ ہو گیا۔

مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کا موقف یہ تھا کہ چونکہ وہ حکومت کی طرف سے مجاز اتھارٹی ہے اور اس نے رویتِ ہلال کی کوئی تسلی بخش شہادت نہ ملنے کی وجہ سے ۲۹ شعبان کی شام کو چاند نظر نہ آنے اور شعبان کے تیس دن مکمل کرنے کا اعلان کر دیا تھا، اس لیے پورے ملک کو اس فیصلے کی پابندی کرنی چاہیے تھی۔ جبکہ سرحد کی صوبائی حکومت اور رویتِ ہلال کمیٹی کا یہ کہنا تھا کہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی نے چاند نہ ہونے کے فیصلے میں جلد بازی کی تھی اور فیصلے کے اعلان کے بعد موصول ہونے والی شہادتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، اس لیے اسے شرعی اصولوں کے مطابق شہادتوں کی بنیاد پر رمضان المبارک کے شروع ہو جانے کا اعلان کرنا پڑا۔ یہی صورت حال عید الفطر پر پیش آئی اور دو متضاد اعلانات کی وجہ سے عام لوگوں کے لیے پریشانی کی صورت حال پیدا ہو گئی۔

سرحد اسمبلی نے اس کا حل یہ نکالا ہے کہ سرے سے پاکستان میں چاند دیکھنے کا اہتمام ترک کر کے سعودی عرب کے اعلان کے ساتھ روزے اور عیدین کو منسلک کر دیا جائے تاکہ نہ صرف ملک بھر میں ایک ہی دن روزہ اور عید ہو، بلکہ عید اور روزہ کے حوالے سے عرب ممالک کے ساتھ اتحاد اور یکجہتی کی فضا قائم ہو جائے۔ ہم اس سے قبل کسی موقع پر عرض کر چکے ہیں کہ سرحد کے بعض علاقوں میں باقی ملک سے ایک دن پہلے عید اور روزہ رکھنے کی وجہ رویتِ ہلال سے زیادہ افغانستان کے ساتھ ہم آہنگی کا جذبہ ہے اور افغانستان میں چاند دیکھنے کا سرے سے اہتمام نہیں ہوتا بلکہ وہ سعودی عرب کے اعلان پر روزہ اور عید کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا موقف یہ ہے کہ ہم چونکہ حنفی ہیں اور احناف کا قدیمی مذہب یہ ہے کہ چاند کے مطالع مختلف ہونے کا شرعاً اعتبار نہیں ہے، اس لیے دنیا کے کسی بھی حصے میں چاند نظر آنے کا شرعی ثبوت ہو جائے تو ہم روزہ اور عید کرنے کے پابند ہیں، جبکہ حریمین شریفین ساری دنیائے اسلام کی عقیدت و احترام کا مرکز ہیں، اس لیے وہاں روزہ اور عید کا اعلان ہو جانے کے بعد دنیا میں کہیں اور چاند دیکھنے کی ضرورت نہیں اور حریمین شریفین کے ساتھ ساری دنیائے اسلام کو روزہ اور عید کا ایک ہی روز اہتمام کرنا چاہیے۔

## اختلافِ مطالع اور فقہی مذاہب

جہاں تک اس حقیقت کا تعلق ہے کہ چاند کے طلوع ہونے میں سائنسی طور پر دنیا کے مختلف حصوں میں وقت کا فرق موجود ہے، اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک علاقے میں ایک روز چاند نظر آتا ہے اور اس سے دور دوسرے علاقے میں دوسرے روز پہلی رات کا چاند دکھائی دیتا ہے، تو یہ بات بطور ایک واقعہ کے درست ہے۔ چاند کی گردش کے حوالے سے ایسا ہونا ممکن ہے بلکہ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے، لیکن کیا شرعاً اس کا اعتبار ضروری ہے؟ اور کیا ایسا کرنا درست نہیں ہے کہ ایک جگہ چاند نظر آجائے تو باقی دنیا کے لوگ اسی کا اعتبار کرتے ہوئے ایک ہی دن روزہ اور عید کا اہتمام کر لیں؟ اسے فقہی اصطلاح میں اختلافِ مطالع کا اعتبار کرنے یا نہ کرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس میں فقہائے امت کے دو گروہ ہیں۔ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے ”فتاویٰ محمودیہ“ میں اور حضرت مولانا زوار حسین شاہ آف کراچی نے ”عمدۃ الفقہ“ میں اس کی جو تفصیل بیان کی ہے، اس کے مطابق:

1. حنفی، حنبلی اور مالکی مذاہب کے ائمہ اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں کرتے، اور ان کا یہ ارشاد ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصے میں چاند نظر آنے کا ثبوت ہو جائے تو باقی دنیا کے لیے اس کی پابندی ضروری ہو جاتی ہے۔

2. البتہ شافعی فقہ کے ائمہ اور احناف میں سے امام زلیعیؒ اور سید انور شاہ کشمیریؒ اختلافِ مطالع کا اعتبار کرتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ جہاں چاند دیکھنے میں ایک دن کا فرق پڑ جائے، وہاں مطالع کا اختلاف معتبر ہے، اور ایک جگہ چاند نظر آنے سے دوسری جگہ کے لوگوں پر روزہ اور عید لازم نہیں ہوتے۔

ہمارے ہاں پاکستان میں اگرچہ عمل اب تک دوسرے قول پر ہو رہا ہے لیکن اہل سنت کے تینوں مکاتبِ فکر یعنی بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث کے اکابر علماء کرام نے صراحت کی ہے کہ ان کے نزدیک مطالع کا اختلاف شرعاً معتبر نہیں ہے، اور دنیا میں کسی ایک جگہ بھی چاند کا شرعی ثبوت مل جانے کی صورت میں باقی ساری دنیا کے مسلمان اس کے پابند ہو جاتے ہیں، چنانچہ:

1. بریلوی فکر کے ممتاز مفتی حضرت مولانا امجد علی اعظمیؒ ”بہار شریعت“ میں لکھتے ہیں کہ ”ایک جگہ چاند ہو تو وہ صرف وہیں کے لیے نہیں بلکہ تمام جہان کے لیے ہے، مگر دوسری جگہ اس کا حکم اس وقت ہے کہ ان کے نزدیک اس کی تاریخ میں چاند ہونا شرعاً ثابت ہو جائے۔“

2. دیوبندی مکتب فکر کے ایک بڑے مفتی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمنؒ نے ”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ میں صراحت کی ہے کہ مطالع کا اختلاف عملاً موجود ہے لیکن احناف کے نزدیک شرعاً اس کا اعتبار نہیں ہے، اور اگر مغرب میں چاند نظر آجانے کا ثبوت شرعی ہو جائے تو اہل مشرق اس کے مطابق روزہ رکھنے اور عید کرنے کے پابند ہیں۔

3. اہل حدیث مکتب فکر کے ہاں قاضی شوکانیؒ جو مقام حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، اور ”فتاویٰ محمودیہ“ میں مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے قاضی شوکانی کی ایک طویل عبارت نقل کی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ مطالع کے اختلاف کا شرعاً اعتبار نہیں ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جمہور فقہائے احناف کے ساتھ ساتھ حنبلی اور مالکی فقہ کے ائمہ کرام کے درمیان اس مسئلے پر کوئی اختلاف نہیں۔ اہل حدیث مکتب فکر کے قاضی شوکانیؒ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ دنیا کے مختلف حصوں میں پہلی رات کا چاند نظر آنے کے اوقات میں فرق موجود ہونے کے باوجود مطالع کے اس اختلاف کا شرعاً اعتبار کرنا ضروری نہیں ہے، اور دنیا کے کسی بھی حصے میں چاند نظر آنے کی صورت میں باقی دنیا کے مسلمان بھی اسی روز عید اور روزہ کا اہتمام کر سکتے ہیں۔ اس لیے ان بزرگوں کی بات مان کر نہ صرف ملک بھر میں ایک ہی روزے اور عید کا اہتمام ممکن ہے، بلکہ عرب ممالک کے ساتھ عید اور روزہ میں ہم آہنگی بھی ہو سکتی ہے۔

اس لیے ہمارے نزدیک سرحد آسمبلی کی یہ متفقہ قرارداد ملک بھر کے دینی حلقوں اور ارباب حل و عقد کی سنجیدہ توجہ کی مستحق ہے۔ پاکستان کے عوام کی ایک مدت سے خواہش ہے کہ وہ سب ایک ہی دن عید منائیں اور اکٹھے روزہ رکھیں، ان کی یہ خواہش ناجائز نہیں ہے، اسے پورا کرنے میں شرعاً بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہے، اور فقہائے امت کی بڑی تعداد ان کے اس حق کی حمایت کر رہی ہے، تو پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام کو بھی اس پر غور کرنا چاہیے، ان کے مل بیٹھ کر نیا اجتہادی فیصلہ کرنے سے عوام کو یہ خوشی مل سکتی ہے تو اس سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔

## امریکہ میں رویتِ ہلال کا مسئلہ

(روزنامہ اسلام، لاہور۔ ۱۹ اکتوبر ۲۰۰۴ء)

رویتِ ہلال کا مسئلہ امریکہ میں بھی اسی طرح الجھن کا شکار ہے جیسے ہمارے ہاں پاکستان میں یا برطانیہ میں ہوتا ہے۔ میں ۱۱ اکتوبر کو امریکہ پہنچا تھا اور اس وقت دارالہدیٰ (سپرنگ فیلڈ، ورجینیا) میں ہوں۔ دارالہدیٰ کے سربراہ مولانا عبدالحمید اصغر بہت محبت کرتے ہیں اور احترام سے نوازتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ان کا یہ اصرار بھی ہوتا ہے کہ جتنے دن امریکہ میں رہوں دارالہدیٰ ہی میں رہوں۔۔۔

### رویتِ ہلال کا اختلاف

۱۳/ اکتوبر جمعرات کو یہاں ۲۹ شعبان تھی اور شام کو چاند دیکھنا تھا۔ مولانا عبدالحمید اصغر نے، جو انجینئر بھی ہیں، بتایا کہ سائنسی طور پر آج چاند نظر آنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ لیکن میرا خیال تھا کہ چونکہ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور متعدد دیگر عرب ممالک میں چاند ہونے کا اعلان ہو گیا ہے اس لیے امریکہ میں بھی ضرور ہو جائے گا، مگر رات ساڑھے دس بجے تک کہیں سے چاند کی کوئی اطلاع نہ ملی۔

- ہمارے مسلک کے چند سرکردہ علماء کرام کا ایک گروپ ٹورانٹو میں رویتِ ہلال کا اہتمام کرتا ہے اور بہت سے شہروں کے مراکز و مدارس اسی کے اعلان پر عمل کرتے ہیں۔ دارالہدیٰ بھی اسی نظام سے منسلک ہے، انہوں نے رات گیارہ بجے کے لگ بھگ اعلان کر دیا کہ شمالی امریکہ میں کہیں چاند نظر آنے کی شہادت نہیں ملی اس لیے پہلا روزہ کل جمعہ کی بجائے پرسوں ہفتہ کو ہوگا۔
- مگر عرب مسلمانوں کے کم و بیش سبھی مراکز نے جمعہ کے روزہ کا اعلان کیا، اور جنوبی ایشیا سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی بعض تنظیموں اور علماء کرام نے بھی جمعہ کے روزے کا اعلان کیا، جس سے عجیب پریشانی کی صورت حال پیدا ہو گئی۔

## فقہی جواز اور وحدتِ امت کا تقاضہ

صبح نماز فجر میں دارالہدیٰ کی مسجد میں آنے والے نمازیوں کی ایک بڑی تعداد روزے سے تھی، اور ایک بڑی تعداد روزے کے بغیر تھی۔ سوال و جواب اور چہ میگوئیوں کا ماحول تھا، مجھ سے بعض دوستوں نے پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ میں فتویٰ انہیں دیا کرتا اور جہاں موجود ہوتا ہوں وہاں کے مفتی صاحب کے فتویٰ پر عمل کرتا ہوں اسی وجہ سے آج روزے سے نہیں ہوں۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ جب جمہور فقہائے احناف، مالکیہ، حنابلہ کے نزدیک اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں ہے، اور کسی ایک جگہ چاند کا ثبوت ہو جائے تو باقی دنیا کے لیے اس پر عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے، جیسا کہ

• حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندیؒ نے ”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ میں اس کی صراحت کی ہے،

• بریلوی مکتبِ فکر کے بڑے مفتی مولانا امجد علی اعظمیؒ نے ”بہارِ شریعت“ میں لکھا ہے،

• اور سلفی بزرگ قاضی شوکانیؒ نے اس کی وضاحت کی ہے،

تو پھر اس سلسلہ میں لمبے بکھیڑے میں پڑنے اور عام مسلمانوں کو خواہ مخواہ پریشانی میں ڈالنے کی بجائے وحدتِ امت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنا زیادہ بہتر ہے، اور اکابر علماء کرام کو اس سلسلہ میں باہمی مشاورت کے ساتھ کوئی اجتماعی اجتہادی فیصلہ کرنا چاہیے۔ صوبہ سرحد کی اسمبلی نے اس حوالے سے گزشتہ دنوں جو متفقہ قرارداد منظور کی ہے، میرے نزدیک اس کا پس منظر بھی یہی ہے، اور یہ قرارداد ملک کے علمی و دینی مراکز اور مکاتبِ فکر کی سنجیدہ توجہ کی مستحق ہے۔

پہلا روزہ جمعہ کا ہے یا ہفتہ کا؟ یہ جھگڑا ابھی آگے چلے گا، اعتکاف کے آغاز، طاق راتوں اور ستائیسویں شب کے تعیین میں یہی اختلاف اور بحث و مباحثہ ایک بار پھر ہوگا، اور پھر عید بھی شاید اس اختلاف کی زد میں آجائے۔ خدا جانے ہم علماء کرام اس قدر مشکل پسند کیوں ہو گئے ہیں کہ امت کے لیے آسانی کا کوئی راستہ شرعی اصول و ضوابط کے دائرہ میں رہتے ہوئے نظر آجائے تب بھی اس کی طرف قدم بڑھانے کو ہمارا جی نہیں چاہتا، اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں، آمین یا رب العالمین۔

# رویتِ ہلال کا مسئلہ

## اور سپریم کورٹ کے جج صاحبان کے ریمارکس

(روزنامہ پاکستان، لاہور - ۲۲ اکتوبر ۲۰۰۶ء)

### مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی اور علماء پشاور کا اختلاف

رویتِ ہلال کا مسئلہ اس بار پھر تنازع کی صورت اختیار کیے ہوئے ہے اور اس کی بازگشت سپریم کورٹ کے ایوانوں میں بھی سنائی دینے لگی ہے۔

• ۲۳ ستمبر (۲۹ شعبان) کو مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے چیئرمین مولانا مفتی منیب الرحمن نے اعلان کیا کہ ملک کے کسی بھی حصے سے چاند دیکھے جانے کی شہادت موصول نہیں ہوئی اس لیے مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ یکم رمضان المبارک ۲۵ ستمبر کو پیر کے روز ہوگی۔

• جبکہ صوبہ سرحد کے وزیر مذہبی امور مولانا امان اللہ حقانی کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے پشاور میں علماء کے سامنے چاند دیکھنے جانے کی شہادتیں پیش کی گئی ہیں جن کی بنیاد پر انہوں نے ۲۴ ستمبر اتوار کو یکم رمضان المبارک قرار دینے کا اعلان کیا اور اسی روز پہلا روزہ رکھا۔

چنانچہ ان دو اعلانات کے حوالے سے صورتحال یہ ہے کہ ملک کے بیشتر حصوں میں رمضان المبارک کا آغاز پیر سے ہوا، مگر صوبہ سرحد کے بعض حصوں میں اس سے ایک دن قبل اتوار سے رمضان المبارک شروع ہو گیا تھا۔ اب جوں جوں عید الفطر نزدیک آرہی ہے یہ مسئلہ دوبارہ بحث و مباحثہ کا موضوع بن رہا ہے، اور صوبہ سرحد سے بھی اس کے بارے میں دو مختلف ردعمل سامنے آچکے ہیں:

1. مردان کے ایک خطیب مولانا محمد خان صاحب نے سپریم کورٹ آف پاکستان میں

درخواست دائر کی ہے کہ چونکہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی ایک آئینی ادارہ ہے، اس لیے عدالتِ عظمیٰ اس کے فیصلوں پر عملدرآمد کو لازمی قرار دے، اور اس کے بغیر کسی ادارے کی طرف سے رویتِ ہلال کے اعلان کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ مگر سپریم کورٹ آف پاکستان کے پشاور کے بیچنے، جو جسٹس سردار محمد رضا خان اور جسٹس ناصر الملک پر مشتمل ہے، یہ کہہ کر اس درخواست کو نامنظور کر دیا ہے کہ عوام کی مرضی ہے کہ وہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے اعلان پر عمل کریں یا رویتِ ہلال کے سلسلہ میں کسی پرائیویٹ کمیٹی کے اعلان کو قبول کریں، اس لیے اس سلسلہ میں کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔

2. دوسری طرف صوبہ سرحد کے قدیمی دارالافتاء نجم المدارس کلچری (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے کہ روزے، اعتکاف اور عید کے سلسلہ میں مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کا اعلان ہی معتبر ہے، اور چونکہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی تمام مسالک کے جید علماء کرام پر مشتمل ہے، اس لیے اس سلسلہ میں اسی کے اعلان کو قبول کیا جانا چاہیے اور سب کو اسی پر عمل کرنا چاہیے۔

پشاور اور بعض دیگر علاقوں میں اس سے قبل بھی باقی ممالک سے ایک روز قبل روزہ رکھنے اور ایک روز قبل عید کرنے کی روایت چلی آرہی ہے، اور ایسا کرنا کئی بار ہو چکا ہے، لیکن اس بار صوبہ سرحد کی حکومت کے اس سلسلے میں خود فریق بننے، سپریم کورٹ میں اس مسئلے کے اٹھائے جانے، اور ایک اہم دارالافتاء کی طرف سے اس مسئلہ پر واضح اظہارِ رائے کے بعد اس بحث نے نئی صورت اختیار کر لی ہے اور بہت سے سوالات کھڑے کر دیے ہیں، جن پر اہل علم کو توجہ دینی چاہیے اور قوم کی راہنمائی کرنی چاہیے۔ ان میں سے ایک دو سوالات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

## مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کا پس منظر

جہاں مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کا تعلق ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ صدر محمد ایوب خان کے دور تک صورت حال یہ تھی کہ اگرچہ سرکاری طور پر چاند نظر آنے یا نہ آنے کا اعلان کیا جاتا تھا، لیکن چونکہ اس کا نظم صرف سرکاری ہوتا تھا، اس لیے عام طور پر اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا تھا، اور ہر علاقے میں علماء کرام اپنے طور پر چاند دیکھنے کا اہتمام کر کے اس کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ اس صورت میں اکثر ایسے ہو جاتا تھا کہ:

- ایک شہر میں عید ہو رہی ہے مگر اس سے تھوڑے فاصلے پر دوسرے شہر میں عید نہیں ہے۔
- یہ بھی ہوتا تھا کہ ایک مسلک کے لوگ روزے رکھے ہوئے ہیں مگر دوسرے مسلک کے لوگوں کی عید ہے۔
- یہ بھی ہوتا تھا کہ ایک شہر کے کچھ لوگ عید منا رہے ہیں اور اسی شہر کے باقی لوگوں کا روزہ ہے۔

• بلکہ ایک بار گوجرانوالہ میں ایسا بھی ہوا ہے کہ خود ہمارے دیوبندی مسلک کے بعض علماء کرام نے عید کی اور اسی مسلک کے دوسرے علماء عوام کو روزہ رکھوائے ہوئے تھے۔ یہ صورتحال پریشان کن ہو گئی تھی اور ہر طرف افراتفری کی کیفیت ہو جایا کرتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی روزے یا عید کے سرکاری اعلانات سے اختلاف کی پاداش میں بعض علماء کرام کے خلاف کاروائی بھی ہوئی تھی اور بد مزگی کی ایک اور شکل پیدا ہو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک سال عید کے سرکاری اعلانات سے اختلاف کی وجہ سے چار بڑے بڑے علماء کرام (۱) مولانا غلام غوث ہزاروی (۲) مولانا احتشام الحق تھانوی (۳) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (۴) مولانا مفتی محمد حسین عجمی گرفتار ہوئے اور کم و بیش ایک ماہ نظر بند رہے۔ اس دور میں روزے یا عید کا سرکاری اعلان تو متنازعہ سمجھا ہی جاتا تھا، مگر آپس میں ایک دوسرے کے اعلانات پر بھی اعتماد نہیں کیا جاتا تھا، اور ہر شہر اور ہر مسلک کے علماء کرام چاند دیکھے جانے کے بارے میں خود اپنی تسلی ضروری تصور کرتے تھے، جس سے روزے یا عید کے حوالے سے ملک بھر میں خلفشار کی کیفیت پیدا ہو جایا کرتی تھی۔

اس پس منظر میں کچھ اصحاب فکر نے دونوں وجوہ کو سامنے رکھتے ہوئے مسئلے کا حل پیش کیا کہ روزے یا عید کا اعلان تو سرکاری طور پر ہی ہونا چاہیے، تاکہ باہمی خلفشار سے بچا جاسکے، لیکن یہ اعلان سرکاری اہلکاروں کی طرف سے نہ ہو بلکہ اس کے لیے تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام کی ایک مشترکہ کمیٹی قائم کر دی جائے جو چاند کے دیکھے یا نہ دیکھے جانے کا شرعی اصولوں کے مطابق فیصلے کرے، اور اس کا اعلان بھی وہی کرے، لیکن اس کے اعلان کو سرکاری اعلان کی حیثیت حاصل ہو تاکہ اس پر ملک بھر میں یکساں طور پر عملدرآمد ہو سکے۔

مولانا مفتی محمود کی مساعی

مجھے یاد ہے کہ مسئلہ کے اس حل کو عملی صورت میں لانے کے لیے حضرت مولانا مفتی محمود سب

سے زیادہ فکر مند تھے، انہی کی کوششوں سے مختلف مکاتب کے سرکردہ علماء کرام پر مشتمل مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کا سرکاری طور پر قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ اور اس کے بعد رفتہ رفتہ یہ صورت حال پیدا ہو گئی تھی کہ پشاور، مردان اور بعض دیگر علاقوں میں اگرچہ اس سے ہٹ کر فیصلہ کیا جاتا تھا اور اس پر عمل بھی ہوتا تھا، لیکن باقی پورے ملک میں مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے مطابق روزے اور عید کا اہتمام متفقہ طور پر ہونے لگ گیا تھا۔ اس سے قبل ہمارے ہاں پشاور کی مسجد قاسم علی خان کی طرح گوجرانوالہ کی مرکزی جامع مسجد اس سلسلے میں سرگرمیوں کا مرکز ہوا کرتی تھی، اور روزے یا عید کا چاند دیکھنے اور اس سلسلے میں شہادتیں لے کر فیصلہ کرنے کے لیے علماء کرام، استاد العلماء حضرت مولانا مفتی عبدالواحد کے پاس جمع ہو جایا کرتے تھے۔ بسا اوقات ساری ساری رات بحث و مباحثے میں گزر جایا کرتی تھی اور فیصلہ نہیں ہو پاتا تھا، لیکن مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے قیام کے بعد یہ سلسلہ موقوف ہو گیا۔

### مولانا مفتی عبدالواحد کا اعتماد

میں نے اگلے سال ایسے موقع پر حضرت مولانا مفتی عبدالواحد سے عرض کیا کہ کیا حسبِ سابق علماء کرام سے رابطے کیے جائیں تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں، اب ہم مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے فیصلے پر عمل کریں گے۔ چنانچہ اس کے بعد سے ایسا ہو رہا ہے کہ الگ طور پر چاند دیکھنے یا اس کے بارے میں فیصلے کرنے کی قدیمی روایت ترک ہو گئی ہے۔ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی جو بھی فیصلہ کرے ہم اس پر عمل کرتے ہیں، اور کم و بیش پورے ملک میں مذکورہ بالا استثناء کے ساتھ اب صورت حال یہی ہے۔

### متحدہ مجلسِ عمل کی صوبائی حکومت اور حالیہ خلفشار

میرے خیال میں اس مسئلے میں خلفشار کی نئی صورت صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کی حکومت کے اس سلسلے میں مبینہ طور پر فریق بننے سے رونما ہوئی ہے۔ ورنہ پشاور، مردان اور دیگر بعض قبائلی علاقوں میں ہر سال الگ سے روزہ اور عید کا فیصلہ کیے جانے کے باوجود ملک بھر میں روزہ اور عید کے سلسلے میں اتفاق کی صورت پیدا ہو گئی تھی، اور بعض علاقوں کے اختلافات کو ان کا ”تفرد“ سمجھ کر گوارا کر لیا گیا تھا، لیکن متحدہ مجلسِ عمل کی صوبائی حکومت نے چاند کے مسئلے پر فریق بن کر اس تفرد کو باقاعدہ تنازع کی شکل دے دی ہے۔ یہاں دو سوالات غور طلب ہیں جن کی طرف اہل علم کو توجہ دلارہا ہوں:

1. ایک یہ کہ خود علماء کرام اور دینی جماعتوں کی مرضی کے مطابق مرکزی سطح پر جید علماء کرام پر مشتمل رویتِ ہلال کمیٹی کی تشکیل کے بعد کیا کسی شہر میں الگ طور پر رویتِ ہلال کے اہتمام کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ اور اگر اس الگ اہتمام کی صورت میں عوام کی خلفشار پیدا ہوتا ہو، کیا ایسے الگ اہتمام کو باقی رکھنے کا کوئی جواز ہے؟

2. اور دوسرا یہ کہ جب مرکزی سطح پر چاند کا اعلان حکومت نہیں بلکہ جید علماء کرام کی کمیٹی کرتی ہے اور اسے ہی سرکاری اعلان تصور کیا جاتا ہے، تو کیا صوبہ سرحد کی حکومت کا اس میں فریق بن کر اپنی طرف سے فیصلے کا اہتمام کرنا درست ہے؟

فقہ اسلامی کے ایک طالب علم کے طور پر مجھے ان دونوں باتوں سے اختلاف ہے اور میں انہیں درست نہیں سمجھتا، اور اسی وجہ سے سپریم کورٹ آف پاکستان کے پشاور بنچ کے دو معزز ججوں کے ریمارکس کے بارے میں تحفظات رکھتے ہوئے نجم المدارس کالجی کے فتویٰ کو درست تصور کرتا ہوں۔ اس سلسلہ میں اور بھی بہت سے سوالات ہیں اور اگر کسی صاحب علم نے سنجیدگی کے ساتھ اس طرف توجہ دی تو ان کے بارے میں بھی کچھ معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

# امریکہ میں رویتِ ہلال کا مسئلہ

(روزنامہ اسلام، لاہور۔ ۳ ستمبر ۲۰۰۸ء)

حسبِ سابق اس سال بھی امریکہ میں چاند کا مسئلہ زوروں پر ہے اور علمی و دینی مجالس میں ان دنوں زیادہ تر یہی مسئلہ زیرِ بحث رہتا ہے۔

## فلکیاتی حسابات کی بنیاد پر ایام کا تعین

مسلمانوں کا ایک حلقہ ایسا ہے جو فلکیات کے حساب کی بنیاد پر پہلے سے رمضان المبارک اور عید الفطر کے دن کا اعلان کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس سال بہت پہلے سے ان کی طرف سے اعلان کر دیا گیا تھا کہ بروز پیر یکم ستمبر کو یکم رمضان المبارک ہوگی۔ ان حضرات کا موقف یہ ہے کہ چونکہ فلکیات کا حساب اس قدر سائنٹفک ہو چکا ہے کہ اس کے اندازوں میں غلطی کا امکان نہیں ہوتا، اس لیے جس طرح ہم نمازوں کے اوقات کے تعین میں فلکیات کے حساب اور سائنسی اداروں کی تحقیقات پر اعتماد کر کے پورے سال کا نقشہ پہلے سے چھپوا لیتے ہیں کہ فلاں دن اس وقت سورج طلوع ہوگا، اس وقت زوال ہوگا، اس وقت سورج غروب ہوگا، اور اس وقت شفقِ احمر یا شفقِ ابیض غائب ہوگی، اور اس کے لیے ہم سورج کو دیکھنے اور اس کی چال پر نظر رکھنے کا اہتمام نہیں کرتے، اسی طرح چاند کے معاملے میں بھی سائنسی اداروں کی تحقیقات پر اعتماد کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ان کے بنائے ہوئے نقشوں کے مطابق ہمیں پہلے سے روزے، عید اور قربانی وغیرہ کے ایام کا تعین کر لینا چاہیے۔ چنانچہ وہ عملاً ایسا ہی کرتے ہیں۔

## رویتِ ہلال کی بنیاد پر ایام کا تعین

دوسری طرف علماء کرام کی ایک بڑی تعداد اور دینی تنظیموں کا موقف یہ ہے کہ چاند کے معاملے میں چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ خاص رویت کا حکم دیا ہے اور تاکید فرمائی ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ

رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو، اس لیے رمضان، عید الفطر، اور حج وغیرہ کے ایام کے تعین کے لیے چاند کی رویت ضروری ہے اور اسی بنیاد پر روزے اور عید کا اعلان کیا جاسکتا ہے۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ سورج کی رفتار کے ساتھ ہماری نمازوں کے اوقات کا تعین وابستہ ہے لیکن اس کے بارے میں رویت کے اہتمام کا اس طرح کا حکم نہیں ہے، اس لیے اس میں ہم سائنسی اداروں کی تحقیقات کو بنیاد بنا لیتے ہیں اور روزانہ سورج کی رفتار دیکھے بغیر پہلے سے نمازوں کے اوقات کا تعین کر لیتے ہیں۔ مگر چاند کے بارے میں رویت کا بطور خاص حکم ہے اس لیے اس معاملے میں رویت کو ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

### اختلافِ مطالع کا معاملہ

امتِ مسلمہ کے جمہور علماء کرام کا موقف یہی ہے اور امریکہ میں بھی دینی حلقوں کی اکثریت اسی پر عمل کرتی ہے، البتہ اصولی طور پر رویت کی بنیاد پر روزے اور عید وغیرہ کا فیصلہ ضروری سمجھنے کے باوجود اس کی تفصیل پر اختلاف ہے:

- ایک حلقہ یہ کہتا ہے کہ دنیا میں کہیں بھی چاند دیکھے جانے کی خبر شرعی اصولوں کے مطابق مل جائے تو روزے اور عید کا اعلان کر دینا چاہیے۔ چنانچہ یہاں کے عرب حلقے اور ان کے دینی مراکز چاند دیکھنے کا اہتمام نہیں کرتے بلکہ سعودی عرب میں چاند کا اعلان ہو جانے پر روزے اور عید کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔
- مگر بہت سے دینی حلقے بالخصوص پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش سے تعلق رکھنے والے علماء کرام اور دینی مراکز امریکہ میں الگ سے چاند دیکھنے کے اہتمام کو ضروری سمجھتے ہیں اور اس کی بنیاد پر روزے اور عید کے دن کا تعین کرتے ہیں۔

اس وجہ سے یہاں کم و بیش ہر سال یہ کیفیت ہوتی ہے کہ دو عیدیں تو یقینی ہیں، کبھی کبھار بعض علاقوں میں تین عیدیں بھی ہو جاتی ہیں۔ گزشتہ روز یہاں واشنگٹن میں ایک پاکستانی فیملی سے تعلق رکھنے والے دوست مجھے بتا رہے تھے کہ بعض گھروں میں بھی ایسا ہو جاتا ہے کہ میاں عید کر رہے ہیں اور بیوی روزے سے ہے، باپ کا روزہ ہے اور بیٹے عید کی نماز پڑھنے جا رہے ہیں۔ بعض حضرات اپنے رشتہ داروں سے عید ملنے جاتے ہیں تو وہ آگے روزے سے ہوتے ہیں۔

اس سال بھی ایسا ہی ہو رہا ہے، ہیوسٹن کے جامعہ اسلامیہ کے مہتمم مولانا حافظ محمد اقبال نے، جو چشتیاں سے تعلق رکھتے ہیں اور علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل ہیں، اس مسئلہ پر میرے ساتھ ایک

مستقل نشست کی کہ ہمارے مرکز میں نمازیوں کی اکثریت عرب حضرات کی ہے وہ سعودی عرب کے اعلان پر روزہ اور عید کرتے ہیں، جبکہ ہم امریکہ میں چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں، اس لیے ہمارے ہاں ہر سال خلفشار کی صورت ہوتی ہے۔ عرب حضرات ہماری بات نہیں مانتے اور ہم ان کی بات کو قبول نہیں کرتے۔ حافظ محمد اقبال صاحب کا کہنا ہے کہ وہ عمل تو ان حضرات کے ساتھ کرتے ہیں جو امریکہ میں چاند کی رویت کو ضروری سمجھتے ہیں، لیکن ان کے خیال میں اب یہ ہوتا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعیت کے لیے اور مسلمان حلقوں اور خاندانوں کو اس خلفشار سے نجات دلانے کے لیے سعودی عرب کے اعلان پر آجانا چاہیے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں خاصا مواد جمع کر رکھا ہے اور ان کا موقف یہ ہے کہ جب احناف متقدمین کے نزدیک اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں ہے اور ہمارے بڑے اکابر کی صراحت موجود ہے کہ اہل مغرب کی رویت اہل مشرق کے لیے حجت ہے، تو پھر ہمیں مسلمانوں کی وحدت کے لیے اسی قدیمی موقف کی طرف واپس چلے جانا چاہیے۔

## فقہی اختلافات اور امت کی اجتماعی ضرورت

دو روز قبل بالٹیمور میں مولانا محمد عرفان صاحب کے دارالعلوم میں بھی اسی قسم کی صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔ ہر جگہ دوست مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کا فتویٰ کیا ہے؟ میں نے ہر جگہ یہ عرض کیا کہ میں مفتی نہیں ہوں اور نہ ہی فتویٰ دیا کرتا ہوں، البتہ ایسے مسائل پر یہ رائے ضرور رکھتا ہوں کہ جس معاملے میں فقہی اور شرعی طور پر ایک سے زیادہ آرا کی گنجائش موجود ہو، اور اجتہادی بنیاد پر فقہاء کے اقوال مختلف ہوں، وہاں مسلمانوں کی اجتماعیت اور عمومی مصلحت کو فیصلے کی بنیاد بنایا جانا چاہیے۔

مثال کے طور پر میں نے ایک مسئلہ کا حوالہ دیا کہ بٹائی یعنی حصے پر زمین کاشت کے لیے دوسروں کو دینے کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے، مگر صاحبین یعنی امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اس پر فقہاء احناف نے تفصیلی بحث کی ہے۔ ایک دور میں اس مسئلہ پر میں نے بھی کچھ کام کیا تھا اور ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور میں اس موضوع پر میرا ایک مقالہ کئی قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ اس دوران فقہاء احناف کی بحث کا مطالعہ کرتے ہوئے حضرت ملا علی قاریؒ کا یہ قول میری نظر سے گزرا، جس کا میں نے اپنے مضمون میں حوالہ بھی دیا، کہ مزارعت کے مسئلہ پر دلائل تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہیں لیکن عمومی مصلحت چونکہ صاحبین کے قول پر عمل کرنے میں ہے اس لیے فتویٰ انہی کے قول پر دیا جاتا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد

پڑتا ہے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے بھی اسی طرح کی بات لکھی ہے۔ چنانچہ اس نوعیت کے مسائل میں میرا طالب علمانہ رجحان یہی پختہ ہو گیا ہے کہ اجتہادی مسائل میں جہاں دونوں طرف گنجائش موجود ہو، فیصلہ کرتے وقت مسلمانوں کی اجتماعیت اور عمومی مصلحت کو ترجیح دینی چاہیے۔

میں نے رمضان المبارک کا آغاز دارالحکومت واشنگٹن کے علاقے میں کیا ہے۔ یہاں صورتحال یہ ہے کہ دارالہدیٰ سپرنگ فیلڈ میں اتوار اور پیر کی درمیانی شب میں تراویح پڑھی گئی ہیں اور تراویح کے بعد میرا بیان ہوا، آج پیر کو ہمارا روزہ ہے۔ لیکن واشنگٹن میں ہمارے ہی حلقے کی دوسری مساجد میں نہ تراویح ہوئی ہے اور نہ ہی آج لوگوں کا روزہ ہے۔ دارالہدیٰ کے مہتمم مولانا عبدالحمید اصغر نے کل مجھ سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا کہ سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ یہاں کے علماء کرام اور دینی حلقے باہمی مشاورت سے اجتماعی فیصلہ کریں، البتہ اس فیصلے میں وہ کسی طرف بھی جا سکتے ہیں:

- وہ اختلافِ مطالع کا اعتبار کرتے ہوئے چاند کی علاقائی رویت کو بنیاد بنانے کا فیصلہ کریں تو یہ بھی شرعاً درست ہے۔

- اور اختلافِ مطالع کا اعتبار نہ کرتے ہوئے سعودی عرب یا کسی دوسری جگہ چاند نظر آنے کے اعلان پر روزہ اور عید کا فیصلہ کریں تو اس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں۔

مگر اجتماعیت ضروری ہے اور مسلمانوں کو خلفشار سے نکالنا ہماری اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ مولانا عبدالحمید اصغر نے کہا کہ سعودی عرب کے اعلان پر علماء کرام کے تحفظات ہیں کہ وہاں رویت پر فیصلہ ہوتا ہے یا کیلنڈر کی بنیاد پر اعلان کیا جاتا ہے؟ اس لیے ہم اس اعلان پر فیصلہ نہیں کرتے، البتہ چونکہ جنوبی افریقہ میں بھی چاند دیکھے جانے کا اعلان ہو چکا ہے اور فیصلہ کرنے والے علماء کرام ہیں، اس لیے ان کے اعلان پر ہم آج تراویح پڑھیں گے اور کل روزہ رکھیں گے۔

## مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ عبدالعزیز کا موقف

اس موقع پر ایک دوست نے سعودی عرب کے مفتی اعظم الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ حفظہ اللہ تعالیٰ کا ایک بیان دکھایا جو نیویارک سے شائع ہونے والے ہفت روزہ ”ایشیا ٹریبون“ نے ۳۱/ اگست کے شمارے میں اے ٹی وی نیوز کے حوالے سے شائع کیا ہے۔ اس میں انہوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ محکمہ موسمیات کی پیشگوئی کی بنیاد پر رمضان اور شوال سمیت دیگر اسلامی مہینوں کی

تاریخ کا تعین نہیں کیا جاسکتا، اور نیا چاند دیکھے بغیر قبل از وقت پیشگوئی غیر اسلامی ہے۔ اس دوست کا مقصد یہ تھا کہ جب سعودی عرب کے مفتی اعظم رویت کو شرعاً ضروری قرار دے رہے ہیں تو سعودی عرب کے رویت کے اعلان پر تحفظات کی بنیاد کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ تحفظات تو بہر حال بہت سے علماء کرام کو ہیں اور خود مجھ سے بعض ثقہ اور جید علماء کرام نے مختلف ممالک میں ان تحفظات کا ذکر کیا ہے، لیکن اس سلسلہ میں سعودی حکومت سے بات ہونی چاہیے بلکہ خود سعودی عرب کو عالم اسلام کے علماء کرام کو اعتماد میں لے کر رویتِ ہلال کا کوئی ایسا نظام طے کرنا چاہیے جو سب کے لیے قابل قبول ہو، اور سعودی حکومت کو حرمین شریفین کے حوالے سے اسے دینی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

بہر حال میری یہ گزارشات اس مسئلہ پر کسی علمی بحث کا حصہ نہیں ہیں بلکہ اس کے حوالے سے امریکہ کے مسلمانوں کو درپیش صورتحال کے تناظر میں تاثرات کے طور پر ہیں، اس لیے انہیں اسی پس منظر میں دیکھا جانا چاہیے۔

## امریکہ میں رویتِ ہلال کا مسئلہ

(روزنامہ اسلام، لاہور - ۱۴ اگست ۲۰۱۱ء)

..... امریکہ بھر میں رمضان المبارک کے آغاز سے قبل رویتِ ہلال پر گرما گرم بحث کا ماحول تھا۔ مختلف حلقوں کے اجلاس ہو رہے تھے، فتوے دیے جا رہے تھے، اخبارات میں اشتہار بازی ہو رہی تھی اور ہینڈ بل تقسیم کیے جا رہے تھے۔ اتفاق سے ایسا ہوا کہ جس روز سعودی عرب میں چاند نظر آیا اسی روز امریکہ میں بھی نظر آگیا اور اس حسنِ اتفاق نے بحث و مباحثہ کی گرمی کم کر دی۔ میں نے رمضان المبارک کی پہلی تراویح بروئکس نیویارک کی مدنی مسجد میں ادا کی۔ راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے قاری محمد ایوب نے منزل پر بھی۔ تراویح کے بعد میں نے مختصر خطاب کیا اور رمضان المبارک کے آغاز پر مسلمانوں کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ ایک اور بات پر بھی آپ حضرات کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں کہ پورے امریکہ میں اس سال ایک ہی دن رمضان المبارک کا آغاز ہو رہا ہے، خدا کرے کہ آپ حضرات کی عید بھی اکٹھی ہو۔ یہ سن کر بہت سے نمازی مسکرا دیے، عجیب سی مسکراہٹ تھی، مجھے یوں لگا جیسے وہ کہہ رہے ہوں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو گیا ہے، ہمارے بس میں ہوتا تو شاید ایسا نہ ہوتا۔ ایک محترم عالم دین نے یہ فرما بھی دیا کہ حسنِ اتفاق سے رمضان المبارک اکٹھے شروع ہو گیا ہے، عید الفطر پر دیکھیے ہماری بحث کیا رخ اختیار کرتی ہے اور ہم لوگ کیا کرتے ہیں.....

# فقہی مذاہب اور رویتِ ہلال

(ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ - ۱ اکتوبر ۲۰۱۳ء)

..... یہ چند مثالیں اجتماعی اور قومی سطح کے ان اجتہادات کی ہیں جو ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے درمیانی عرصہ میں اس خطے میں عملاً رونما ہوئے، جبکہ جزوی اجتہادات کا دامن بھی بہت وسیع رہا جس کا مشاہدہ مختلف مکاتبِ فکر کے بیسیوں بڑے مفتی صاحبان کے فتاویٰ اور مراکزِ فتاویٰ کے علمی فیصلوں کی صورت میں کیا جاسکتا ہے۔ دارالافتاء کے نام سے قائم ان مراکز کا شمار سیکڑوں میں ہے مگر ان میں بیسیوں ایسے ہیں جو خود علماء کرام اور علمی حلقوں کے لیے مراجع کی حیثیت رکھے ہیں۔ اور ایسے علمی مراکز پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت اور برما میں مختلف فقہی مکاتبِ فکر اور مذاہب کے حوالے سے مسلسل مصروفِ کار ہیں۔ ان مراکز کے جاری کردہ ہزاروں بلکہ لاکھوں فتاویٰ کا جائزہ لیا جائے تو ان میں سیکڑوں ایسے فتاویٰ ملیں گے جن میں مفتیان کرام نے ماضی کے فتاویٰ سے ہٹ کر زمانے کی ضروریات کے پیش نظر اجتہادی راستہ اختیار کیا ہے۔ البتہ ان میں اجتہادی دائرہ وہی ہے کہ اپنے اپنے فقہی مذاہب کے دائرے میں رہتے ہوئے اسی کے اصولوں کی روشنی میں نئے فتوے دیے گئے ہیں، جبکہ بعض فتاویٰ میں فقہی مذاہب کے حصار کو کراس کرنے میں بھی مضائقہ نہیں سمجھا گیا۔ مثال کے طور پر دو مسئلوں کا حوالہ دینا چاہوں گا:

- ایک یہ کہ رویتِ ہلال میں اختلافِ مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں؟ اس میں احناف متقدمین کا موقف شروع سے یہ چلا آ رہا ہے کہ اختلافِ مطالع کا وجود تو ہے لیکن رویتِ ہلال میں شرعاً اس کا اعتبار نہیں ہے، اور کسی جگہ بھی چاند نظر آجانے کے شرعی ثبوت اور مصدقہ خبر پر باقی سب مقامات پر روزے اور عید کا اعلان ضروری ہے، یا کم از کم یہ ہے کہ ایسا کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے ہاں یہ پوزیشن بریلوی مکتبِ فکر کے بانی مولانا احمد رضا خان بریلوی اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی تک اسی طرح رہی ہے،

لیکن اس کے بعد جب اختلافِ مطالع کا اعتبار کرنے کا فتویٰ دیا گیا تو متقدمین احناف کے موقف اور فتویٰ کی پابندی کو ضروری نہیں سمجھا گیا۔

• دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مفقود النجر خاوند کی زوجہ کو نکاحِ ثانی کی اجازت کے بارے میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کی بجائے عمومی ضرورت کی بنا پر مالکیہ کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ یہ دو مسئلے میں نے مثال کے طور پر ذکر کیے ہیں۔ اگر اس رخ پر گزشتہ صدی کے ذمہ دار مفتیان کرام کے فتاویٰ کا جائزہ لیا جائے تو سیکڑوں ایسے فتاویٰ مل جائیں گے جن میں یہ صورت اختیار کی گئی ہے اور یہ عمل محدود پیمانے پر ہی سہی، مگر بہر حال اجتہاد ہی کا عمل ہے۔

مسلمانوں کے تنازعات و مقدمات کے شرعی قوانین کے مطابق فیصلوں کے لیے قضا، تحکیم اور افتاء کے تین ادارے ہیں۔ جن میں سے قضا کے پاس تنفیذ کی قانونی قوت، اور تحکیم کے پاس اس کی اخلاقی قوت موجود ہوتی ہے، جبکہ افتاء کا کام صرف مسئلہ کی شرعی پوزیشن کو واضح کر دینا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد ملک کے عمومی قانونی نظام میں ”قضا“ کا شرعی ادارہ موجود نہیں رہا تھا، لیکن اندرونی طور پر نیم خود مختار مسلم ریاستوں میں قضا کا یہ ادارہ بھی کام کرتا رہا ہے۔ مثلاً بہاولپور، قلات، سوات اور دیگر ایسی ریاستوں میں ان کے دائرہ اختیار کی حدود میں قضا کا شعبہ قائم تھا اور ان میں فقہی احکام و ضوابط کے مطابق ریاست کے مقرر کردہ قاضی مقدمات کے فیصلے کرتے تھے۔ ان ریاستوں میں قضا کا یہ ادارہ ان کے پاکستان یا بھارت کے ساتھ الحاق تک موجود رہا ہے، جبکہ تحکیم کے شعبہ نے مختلف علاقوں میں اس خلا کو بعض معاملات میں پر کرنے کی کوشش کی ہے اور اس سے ہٹ کر بعض خطوں میں ”امارت شرعیہ“ کا باضابطہ نظام بھی موجود رہا ہے، البتہ فتویٰ کا شعبہ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک برصغیر کے ہر علاقے میں اور ہر سطح پر قائم رہا ہے جس سے عام مسلمانوں کو کسی بھی معاملے میں شریعت کا حکم معلوم کرنے کی سہولت حاصل رہی ہے اور مسلمانوں کی غالب اکثریت مسلسل اس سہولت سے استفادہ کرتی چلی آرہی ہے.....

# نمازوں کے یکساں اوقات اور رویتِ ہلال

(روزنامہ اسلام، لاہور - ۵ جون ۲۰۱۶ء)

وفاقی وزیر مذہبی امور سردار محمد یوسف میاں محمد نواز شریف کی کابینہ کے متحرک وزراء میں شمار ہوتے ہیں اور اپنی وزارت کے مختلف شعبوں میں کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے حج کے سرکاری انتظامات کو بہتر بنانے میں نیک نامی پائی ہے اور گزشتہ سال کے حج انتظامات کو کم و بیش سبھی حلقوں میں سراہا گیا ہے۔ وہ قومی سطح پر تمام مکاتبِ فکر کے سرکردہ علماء کرام اور مشائخ پر مشتمل مشترکہ فورم ”قومی علماء و مشائخ کونسل پاکستان“ کے قیام میں بھی کامیابی حاصل کر چکے ہیں جو اس حوالے سے یقیناً ایک مثبت پیشرفت ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ ملک بھر میں نمازوں کے لیے یکساں اوقات کا نظام ترتیب دینے کے لیے سرگرم عمل ہیں اور رمضان و عید کے چاند کے بارے میں اتفاق رائے پیدا کرنے کی کوشش بھی کر رہے ہیں۔ نمازوں کے لیے یکساں اوقات کے تعیین کی مہم تو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ ہمارے خیال میں نہ یہ ضروری ہے اور نہ ہی قابلِ عمل ہے، البتہ رویتِ ہلال کے سلسلہ میں اتفاق رائے کا ماحول پیدا کرنے کے لیے ان کی مساعی قابلِ قدر ہیں اور ہم ان کی کامیابی کے لیے دعاگو ہیں۔

ان دونوں حوالوں سے اپنے ایک مخدوم و محترم بزرگ استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی عبدالواحدؒ کا تذکرہ کرنا چاہوں گا، وہ پرانے اور بزرگ علماء کرام میں سے تھے، گوجرانوالہ کی قدیم مرکزی جامع مسجد کے خطیب اور مدرسہ انوار العلوم کے مہتمم تھے، والد بزرگوار حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کے استاذ گرامی تھے، اور میں نے والد محترم کو ان کا بے حد احترام کرتے ہوئے اور ان سے مختلف امور میں ہمیشہ راہنمائی حاصل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ مجھے بجز اللہ تعالیٰ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۸۲ء تک مسلسل تیرہ سال مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ کی خطابت میں ان کی نیابت کا شرف حاصل رہا ہے، اور ان کی وفات کے بعد سے اب تک یہ ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہوں۔ وہ تقسیم ہند سے قبل جمعیت العلماء ہند کے سرگرم راہنماؤں میں شمار ہوتے تھے، اس دور میں جمعیت کے ضلعی صدر بلکہ ایک مرحلہ میں کانگریس کے

ضلعی صدر بھی رہے ہیں۔ سیاسی، علمی اور فقہی معاملات میں ان کی رائے کو ہمارے ہاں ہمیشہ سند اور دلیل کا درجہ حاصل رہا ہے۔ رویتِ ہلال اور دینی و سیاسی تحریکات کے معاملہ میں ان کے دور میں مرکزی جامع مسجد (شیرانوالہ باغ) گوجرانوالہ کو پورے علاقے میں وہی مقام حاصل تھا جو پشاور میں مسجد قاسم علی خان کو حاصل ہے بلکہ وہ مسجد قاسم علی خان کے سابق خطیب حضرت مولانا مفتی عبد القیوم پوپلزئیؒ کے دوستوں میں سے بھی تھے۔

## نمازوں کے یکساں اوقات کی تجویز

میرے سامنے کی بات ہے کہ گوجرانوالہ میں ایک انتہائی نیک دل پولیس افسر سٹی انسپکٹر کے طور پر تعینات ہوئے، وہ دیندار اور خدا ترس آدمی تھے، علماء کرام کے ساتھ زیادہ میل جول رہتا تھا، پکے نمازی تھے اور اپنے عملہ کو بھی پابند رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ انہوں نے ایک موقع پر تجویز پیش کی کہ وہ شہر میں نمازوں کے لیے ایک ہی وقت مقرر کرنا چاہتے ہیں تاکہ اذان اور نماز ایک وقت میں ہوں اور نماز کے لیے بازار بند ہو جایا کریں۔ اکثر لوگوں نے ان کے اس جذبہ کو سراہا اور ان کی حمایت کی مگر مولانا مفتی عبدالواحدؒ نے اس سے اختلاف کیا۔ انہوں نے کہا کہ جمعہ کی نماز کے علاوہ کسی اور نماز کے لیے بازار بند کرنا شرعاً ضروری نہیں ہے، اور یہ لوگوں کو خواہ مخواہ حرج میں ڈالنے والی بات ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے نمازوں کے اوقات میں گھنٹوں کی گنجائش دی ہے کہ اس دوران کسی وقت بھی نماز ادا کی جا سکتی ہے، تو اس گنجائش کو محدود کر کے لوگوں کو ایک ہی وقت میں نماز ادا کرنے پر مجبور کرنا شریعت کا تقاضہ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے علاقہ یعنی شیرانوالہ باغ بازار تھانے والا کے ارد گرد مساجد میں نمازوں کے اوقات میں باہمی مشورہ کے ساتھ فرق رکھا ہوا ہے کہ دکاندار حضرات باری باری کسی نہ کسی مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کر لیں۔

میری ذاتی رائے انسپکٹر صاحب کے حق میں تھی لیکن چونکہ میں سرکاری اجلاسوں میں حضرت مفتی صاحبؒ کی نمائندگی کرتا تھا، اس لیے انہوں نے مجھے پابند کیا کہ اگر کسی اجلاس میں یہ بات آئی تو تم نے اس کی مخالفت کرنی ہے اور ان کو سمجھانا ہے کہ ایسا کرنا نہ تو شرعاً ضروری ہے اور نہ ہی حکمت کا تقاضہ ہے۔ مفتی صاحبؒ کی بات میں وزن تھا اس لیے انسپکٹر صاحب کو بات جلد سمجھ آگئی اور کسی اجلاس اور فیصلے کی نوبت نہ آئی۔

## مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پر اعتماد

رویتِ ہلال کے بارے میں صورتِ حال یہ تھی کہ مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ اسی طرح رویتِ ہلال کی سرگرمیوں کا مرکز ہوا کرتی تھی جیسا کہ پشاور کی مسجد قاسم علی خان ابھی تک اپنی روایت برقرار رکھے ہوئے ہے۔ رمضان المبارک اور عیدین کا چاند دیکھنے کے لیے شیرانوالہ باغ کی مسجد میں علماء کرام جمع ہو جایا کرتے تھے اور تمام مکاتبِ فکر دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث حتیٰ کہ شیعہ علماء بھی وہیں رجوع کرتے تھے۔ رات گئے تک شہادتوں کا انتظار رہتا تھا، گواہ لائے جاتے تھے، ان سے شہادت سنی جاتی تھی، رد و جرح ہوتی تھی، اور اکثر اوقات سحری کے لگ بھگ فیصلہ ہوا کرتا تھا۔ پورے علاقہ میں جامع مسجد کے فیصلے کا انتظار کیا جاتا تھا، فون کے ذریعے بھی رابطہ کیا جاتا تھا لیکن فون کی سہولت کم ہوتی تھی اس لیے بہت سے علاقوں کے لوگ خود جامع مسجد میں آکر بیٹھ جاتے تھے کہ فیصلہ سن کر واپس جائیں گے۔ حضرت والد گرامی مولانا محمد سرفراز خان صفدر لگھڑ میں رہتے تھے مگر مسلسل رابطہ رکھتے تھے اور کوئی فیصلہ کرنے سے قبل دریافت کرتے تھے کہ جامع مسجد میں کیا فیصلہ ہوا ہے؟ رویتِ ہلال کی شب مرکزی جامع مسجد میں علماء کرام کی سرگرمیاں اور گہما گہمی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

مگر جب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا مفتی محمود اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری جیسے اکابر کی مساعی سے حکومتی سطح پر مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی قائم ہوئی تو ہمارے ان دونوں بزرگوں یعنی مولانا مفتی عبدالواحد اور مولانا محمد سرفراز خان صفدر نے رویتِ ہلال کے سلسلہ میں قدیم سے چلا آنے والا یہ اہتمام یکسر ترک کر دیا۔ اس سے اگلے سال میں نے حضرت مفتی صاحب سے دریافت کیا کہ رویتِ ہلال کے اہتمام کے لیے علماء میں سے کس کس کو بلانا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ کوئی ضرورت نہیں ہے، اب یہ ذمہ داری مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کی ہے، وہ جو اعلان کریں گے اسی کے مطابق ہم عمل کریں گے، یہی بات حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نے فرمائی، تب سے اسی پر ہمارے ہاں مسلسل عمل چلا آ رہا ہے۔

چنانچہ ہم سردار محمد یوسف صاحب کی رویتِ ہلال کے سلسلہ میں اتفاق رائے کا ماحول پیدا کرنے کی اس کوشش کی مکمل حمایت کرتے ہوئے ان کی کامیابی کے لیے دعاگو ہیں، آمین یا رب العالمین۔

# ”رویتِ ہلال: قانونی و فقہی تجزیہ“

(جون ۲۰۱۰ء)

ڈاکٹر محمد مشتاق احمد کی کتاب ”رویتِ ہلال: قانونی و فقہی تجزیہ“ کے پیش لفظ کے طور پر لکھا گیا۔

بعد الحمد والصلوة۔ رویتِ ہلال کا مسئلہ ہمارے ہاں طویل عرصہ سے بحث و مباحثہ اور اختلاف و تنازعہ کا موضوع چلا آ رہا ہے اور مختلف کوششوں کے باوجود ابھی تک کوئی تسلی بخش اجتماعی صورت بن نہیں پارہی۔ اکابر علماء کرام کی مساعی سے حکومتی سطح پر مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی قائم ہوئی تو امید ہو گئی تھی کہ اب یہ مسئلہ مستقل طور پر طے پا جائے گا، مگر ملک کے بیشتر حصوں میں اجتماعیت کا ماحول قائم ہو جانے کے باوجود بعض علاقوں میں انفرادیت کی صورتیں ابھی تک موجود ہیں۔ اور میڈیا کی وسعت، پالیسی اور مزاج کے باعث قومی اجتماعیت کی وہ صورت نہیں بن رہی جس کی مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے وجود میں آنے کے بعد توقع ہو گئی تھی۔

اس کے اسباب کسی حد تک فقہی اور شرعی ہونے کے ساتھ بڑی حد تک سیاسی اور معاشرتی بھی ہیں کہ حکومت اور دینی حلقوں کے درمیان شرعی معاملات میں اعتماد کی وہ فضا وجود میں نہیں آسکی جو اس قسم کے معاملات میں حکومتی احکام کی عملداری قائم کرنے کے لیے از حد ضروری ہے۔ ایک اسلامی یاکم از کم مسلم ریاست میں بہت سے معاملات میں حکومت ہی اتھارٹی ہوتی ہے جس کی فقہاء کرام نے مختلف معاملات میں صراحت کی ہے، لیکن اس اتھارٹی کے عملی اظہار کے لیے باہمی اعتماد کی فضا ناگزیر ہوتی ہے۔ بیرونی استعمار کے تسلط سے قبل مسلم ریاستوں میں سیاسی اور گروہی اختلافات و تنازعات کے باوجود یہ اعتماد پایا جاتا تھا کہ حکومت خود جیسی بھی ہو، شرعی معاملات میں گڑبڑ نہیں کرے گی اور علماء کرام کے مشورہ سے ہی شرعی مسائل کو طے کرے گی، حتیٰ کہ اکبر بادشاہ کے ”دین الہی“ کے عروج کے دور میں بھی عام لوگوں کے شرعی معاملات ان کے قاضیوں کے ذریعے ہی طے کیے جاتے رہے ہیں۔

یہ اعتماد بیرونی استعمار کے تسلط کے زمانے میں قائم نہیں رہا، جس کا تسلسل آزادی کے بعد کے دور میں بھی جاری ہے، اور اسی وجہ سے اس قسم کی بہت سی معاشرتی الجھنیں موجود ہیں جن میں سے ایک رویت ہلال کا مسئلہ بھی ہے۔ اکابر علماء کرام کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ ایسے معاملات میں اجتماعیت کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور تفرقہ و انتشار سے قوم کو ہر ممکن حد تک بچایا جائے، چنانچہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا قیام اکابر علماء کرام کی توجہ اور مساعی کے نتیجے میں عمل میں آیا تھا اور کسی حد تک مرکزیت و اجتماعیت کی صورت سامنے آگئی تھی۔

خود میرا مشاہدہ ہے کہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے باضابطہ قیام سے پہلے گوجرانوالہ کی مرکزی جامع مسجد کو علاقہ میں وہی پوزیشن حاصل تھی جو پیشاور کی مسجد قاسم علی خان کو اس سلسلہ میں حاصل چلی آرہی ہے۔ حضرت مولانا مفتی عبدالواحد رحمہ اللہ تعالیٰ کا شمار ملکی سطح پر اکابر علماء کرام میں ہوتا تھا اور وہ میرے والد گرامی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے استاذ محترم تھے۔ انہیں پورے علاقہ میں مرکزیت و مرجعیت حاصل تھی۔ چاند دیکھنے کے لیے مرکزی جامع مسجد میں اس رات شہر کے بڑے بڑے علماء کرام جمع ہوتے تھے، رات گئے تک شہادتوں کا انتظار رہتا تھا، اور بسا اوقات سحری کے وقت فیصلہ ہو کر تا تھا۔ ارد گرد کے علماء کرام جامع مسجد کے فیصلے کے انتظار میں ہوتے تھے۔ والد گرامی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر بار بار پوچھتے تھے کہ جامع مسجد گوجرانوالہ میں کیا اعلان ہوا ہے؟ لیکن جب مرکزی رویت ہلال کمیٹی بن گئی اور اس نے کام شروع کر دیا تو جامع مسجد کی چند رات کی رونقیں آہستہ آہستہ ختم ہوتی چلی گئیں۔ ایسے ہی ایک موقع پر خود میں نے حضرت مفتی صاحب سے پوچھا کہ رویت ہلال کا فیصلہ کرنے کے لیے علماء کرام کو بلانا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا، کوئی ضرورت نہیں ہے، جو فیصلہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کرے گی، ہم اس پر عمل کریں گے۔

مرکزی رویت ہلال کمیٹی اگرچہ اس سلسلہ میں مجاز اتھارٹی ہے، مگر اس کے فیصلوں اور طرز عمل سے علمی بنیاد پر اختلاف کی گنجائش ہر دور میں موجود رہی ہے، جس کا اظہار مرکز گریز حلقوں کی طرف سے مسلسل ہوتا آرہا ہے اور بحث و مکالمہ کے مختلف پہلو اس حوالے سے سامنے آتے رہتے ہیں۔ اس پس منظر میں اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی صاحب علم اس مسئلہ کے تمام متعلقہ پہلوؤں کا فقہی اور علمی بنیاد پر جائزہ لے کر اس کے مجموعی تناظر کو سامنے لائیں تاکہ اس سلسلہ میں کوئی رائے آسانی کے ساتھ قائم کی جاسکے۔ بہت سے اصحاب علم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور ان کی

کاوشیں مسئلہ کو سمجھنے میں یقیناً مددگار ہیں، لیکن بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبہ قانون کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر مشتاق احمد ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے زیادہ وسیع تناظر میں اس مسئلہ کا جائزہ لیا ہے اور اس کی فقہی و فنی ضروریات کا احاطہ کرنے کے ساتھ معاشرتی ماحول اور قانونی صورت حال کو بھی سامنے رکھا ہے۔ وہ ایک مسلمہ علمی خاندان کے فرد ہیں، دینی اور عصری علوم پر یکساں نظر رکھتے ہیں، قانونی پیچیدگیوں اور موٹو گانیوں سے بخوبی آگاہ ہیں، اور معاشرتی ماحول کے تقاضوں سے بھی اچھی طرح باخبر ہیں۔ چنانچہ ان کی اس علمی کاوش میں ان کی یہ تمام خصوصیات جھلک رہی ہیں۔ انہوں نے جس عرق ریزی کے ساتھ اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے، وہ لائق تحسین ہے اور اس کے حل کے لیے جو تجاویز پیش کی ہیں، وہ معروضی حالات میں بہت مناسب بلکہ ضروری ہیں۔ اور ہم صرف ایک گزارش کے ساتھ ان کی تمام تجاویز کی تائید کرتے ہیں کہ مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے کے لیے ریاستی اداروں، عوام اور دینی حلقوں کے درمیان باہمی اعتماد کی ایسی فضا کا قائم کرنا بھی ضروری ہے جو شرعی معاملات میں حکومتی اقدامات کی عملداری کو یقینی بنا سکے۔

دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت محترم ڈاکٹر پروفیسر مشتاق احمد صاحب کی اس علمی محنت کو اس مسئلہ کے حل کے لیے مؤثر ذریعہ بنائیں اور انہیں دنیا و آخرت میں قبولیت و رضا سے بہرہ ور فرمائیں، آمین یا رب العالمین۔

## مسئلہ رویتِ ہلال پر دو تجاویز

(روزنامہ اسلام، لاہور - ۱۵ جون ۲۰۱۷ء)

رمضان المبارک نصف سے زیادہ گزر گیا ہے اور عید الفطر کی آمد آمد ہے۔ عید کے موقع پر رویتِ ہلال کا مسئلہ پھر حسبِ سابق زیرِ بحث آئے گا اور میڈیا حسبِ عادت اس سلسلہ میں اختلاف کی من مانی تشہیر کرے گا۔ اس حوالے سے ہم اپنا موقف مختلف مواقع پر اس کالم میں تحریر کر چکے ہیں کہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی ایک باقاعدہ ریاستی ادارہ ہے، اسے مجاز اتھارٹی کے طور پر پاکستان میں سب جگہ تسلیم کیا جانا چاہیے۔ اور اگر اس کے کسی فیصلے سے اختلاف ہو تو اسے اختلاف کے درجہ میں رکھتے ہوئے صحیح طریقہ سے حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے مگر کوئی متوازی فیصلہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ لیکن یہ ایک رائے ہے جسے قبول کرنا یا نہ کرنا متعلقہ دوستوں کی صوابدید پر موقوف ہے۔ البتہ آج کے کالم میں ہم دو محترم دوستوں کی رائے شامل کرنا چاہتے ہیں، ہو سکتا ہے اس اختلاف و تنازعہ کو بہتر طور پر حل کرنے میں ان سے کوئی راہنمائی مل جائے۔

### عالمی سطح پر سعودیہ کی رویت پر اعتماد کی تجویز

مولانا مفتی منیر احمد اخون ہمارے فاضل دوست ہیں، استاذ العلماء حضرت مولانا نیاز محمد ختنی آف بہاولنگر کے فرزند اور شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے داماد و خلیفہ ہیں۔ کافی عرصہ سے نیویارک میں مقیم ہیں اور ایک علمی مرکز قائم کر کے فتویٰ اور اصلاح و ارشاد کے میدان میں مسلمانوں کی راہنمائی کر رہے ہیں۔ ان کی تجویز یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی رویت پر اعتماد کر کے پوری دنیا کے مسلمانوں کو اس کے مطابق ایک ہی دن روزہ کا آغاز کرنا چاہیے اور ایک ہی دن عید منانی چاہیے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں کتاب بھی لکھی ہے جس کی گزشتہ دنوں اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں تقریب رونمائی منعقد ہو چکی ہے۔ انہوں نے برصغیر پاک و ہند کے دو بڑے مذہبی مکاتب فکر دیوبندی اور ریلوی کے اکابر علماء کرام کے فتاویٰ کو اس تجویز کی بنیاد بنایا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا یہ

ارشاد انہوں نے ”الکوکب الدرّی“ سے نقل کیا ہے کہ

”اگر کلکتہ (ہندوستان) میں چاند جمعہ کی رات میں نظر آیا اور مکہ میں خمیس (جمعرات) کی رات کو، اور کلکتہ والوں کو پتہ نہ چل سکا کہ مکہ میں رمضان خمیس (جمعرات) سے شروع ہو چکا ہے، تو جب ان کو اس بات کا پتہ چلے گا تو ان کے لیے ضروری ہوگا کہ عید مکہ والوں کے ساتھ منائیں اور پہلا روزہ قضا کریں۔“

حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلویؒ کا فتویٰ ”فتاویٰ رضویہ“ سے انہوں نے اس طرح نقل کیا ہے کہ

”عمرو کا قول، کہ ہندوستان سے دور دراز ملک مکہ معظمہ میں ۲۹ کا چاند ہو گیا ہے تو پھر بہرائچ والوں کو ان کے ساتھ روزہ نہ رکھنے کی بنا پر ایک روزے کی قضا کرنا لازم ہے، صحیح ہے، ہمارے ائمہ کرام کا مذہب صحیح معتمد یہی ہے۔“

جبکہ ”فتاویٰ رحیمیہ“ کے حوالہ سے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فتویٰ ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے کہ

”اگر مکہ یا مدینہ میں شرعی ثبوت کے ساتھ خبر آجائے کہ وہاں یہاں سے پہلے چاند ہوا ہے تو ہندوستان والوں پر اس خبر کی وجہ سے ایک روزہ رکھنا فرض ہوگا۔“

مولانا مفتی منیر احمد اخون آج کل اس کی باقاعدہ مہم چلا رہے ہیں کہ ان فتاویٰ کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کی جائے اور ان کی بنیاد پر سب جگہ ایک ہی دن روزے اور عید کے اہتمام کی کوشش کی جائے۔

## پاکستان میں رویتِ ہلال کا نظام مؤثر بنانے کی تجویز

جبکہ دوسری تجویز اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق سیکرٹری جناب محمد سمیع اللہ کی طرف سے ایک اخباری مکتوب کی صورت میں سامنے آئی ہے، جس میں انہوں نے پاکستان میں رویتِ ہلال کے نظام کو بہتر بنانے اور مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے طریق کار کو مزید مؤثر کرنے کے لیے تجاویز پیش کی ہیں۔ ان کی تجاویز انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ویسے ہمارا خیال ہے کہ اس سلسلہ میں وفاقی شرعی عدالت کو باضابطہ طور پر کردار ادا کرنا چاہیے، یا کم از کم اسلامی نظریاتی کونسل کو موجودہ صورتحال اور مذکورہ تجاویز کا تفصیل کے ساتھ جائزہ لے کر کوئی مؤثر حل سامنے لانا چاہیے۔ جناب محمد سمیع اللہ اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ

”راقم نے ۱۹۹۰ء میں، جب وہ اسلامی نظریاتی کونسل کا سیکرٹری تھا، کونسل کے باقاعدہ ایجنڈے میں یہ بات شامل کروائی کہ عیدین کے مبارک موقع پر بد مزگی اور انتشار سے بچنے کے لیے مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کا اجلاس باقاعدگی سے صرف پشاور میں ہوا کرے، تاکہ عید کے چاند کے بارے میں قرب و جوار سے موصول شدہ شہادتوں کا شرعی جائزہ لے کر حتمی اعلان کیا جاسکے۔ مزید برآں اس ضمن میں عجلت کا مظاہرہ نہ کیا جائے اور حتمی اعلان سے پہلے بلوچستان کے دور دراز علاقوں مثلاً لپسی، جیوانی، تربت، پنج گور اور مارہ وغیرہ سے بھی اطلاعات کی موصولی کا فوری انتظام کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے پاکستان کے جملہ اضلاع کے ڈپٹی کمشنر صاحبان کو پابند کیا جائے کہ جو انہی اپنے علاقوں سے انہیں چاند کے بارے میں کوئی معتبر شہادت موصول ہو تو وہ وہاں کی مرکزی جامع مسجد کے امام، خطیب صاحب سے تصدیق کروا کر فوری طور پر مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پشاور کو مطلع کریں تاکہ وہ مزید چھان بین کر سکیں۔ اس مقصد کے لیے تمام ڈی سی صاحبان کے نام اور فون نمبر مشتہر کیے جائیں تاکہ عوام کو ان سے رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔

راقم کی اس تجویز پر کونسل کے اراکین بالخصوص علماء کرام نے اتفاق نہیں کیا اور عذر پیش کیا کہ انہوں نے عید کی نماز کی امامت کروانی ہوتی ہے اور علاقہ کی سرکردہ سرکاری شخصیات نے ان کے پیچھے نماز ادا کرتی ہیں، پشاور جیسے علاقہ سے راتوں رات انہیں اپنے شہروں میں پہنچنا محال ہے، اس لیے یہ تجویز ناقابل عمل ہے۔ میرے خیال میں اگر حکومت اور علماء کرام تھوڑی سی قربانی دیں اور اخلاص سے کام لیں تو اس پر عملدرآمد بہت آسان ہو سکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ پاک فضائیہ ایک ہوائی جہاز (۱۳۰-سی) پشاور کے ہوائی اڈہ پر تیار رہے اور جو انہی چاند کے بارے میں سرکاری طور پر حتمی اعلان ہو تو وہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے اراکین کو لے کر ایک ہی فلائٹ کے ذریعے ان کی اپنی منزل مقصود کراچی، کونٹہ، لاہور یا اسلام آباد پہنچا دے۔

جامع مسجد قاسم علی خان پشاور کے خطیب مفتی شہاب الدین پوپلزی صاحب کو خصوصی طور پر اس بارے میں اعتماد میں لیا جائے تو منزل بفضل تعالیٰ اور بھی آسان ہو

جائے گی کہ مسئلے میں اختلاف ہی وہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اس لیے قومی یکجہتی اور عقلمندی کا تقاضا ہے کہ حکمت عملی کے ساتھ جائے اختلاف کو جائے اتفاق بنایا جائے۔ مزید برآں چیئرمین رویتِ ہلال کمیٹی کی تقرری کی مدت متعین کی جائے جو پانچ سال سے زائد نہ ہو۔ مناسب ہوگا کہ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کے لیے چیئرمین کا بھی انتخاب کیا جائے اور اس کے لیے ملک کے نامور علماء کرام میں سے کسی کو منتخب کیا جائے۔ مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی میں علماء کرام کے ساتھ فن سے متعلقہ ماہرین کو بھی شامل کیا جائے تاکہ وہ ان شہادتوں کا تکنیکی طور پر بھی جائزہ لے سکیں۔

میں آپ کے موثر اخبار، جریدے کے ذریعے ارباب اقتدار اور درد دل رکھنے والے علماء کرام سے ایک بار پھر اپیل کروں گا کہ امت کی فلاح اور یکجہتی کے لیے میری بیان کردہ تجویز کے مندرجہ ذیل تین اہم نکات پر ضرور غور فرمائیں:

1. مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی کا اجلاس مستقل طور پر صرف پشاور ہی میں ہوا کرے جس کے لیے وزارتِ مذہبی امور ضروری اقدامات کرے تاکہ ملک میں انتشار پیدا نہ ہو۔

2. چاند نہ نظر آنے کا اعلان سرکاری میڈیا سے گیارہ بجے شب سے پہلے نہ کیا جائے۔

3. عوام کو اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے ترغیب دی جائے کہ وہ بھی چاند کی جستجو میں رہیں، اور جس کسی کو چاند نظر آئے وہ فوری طور پر اس کی اطلاع اپنے ضلع کے متعلقہ حکام یعنی ڈی سی کو دیں۔

یہاں یہ بھی امر باعثِ رہنمائی ہوگا کہ عرب ٹی وی کے مطابق رمضان کا چاند دیکھنے کے لیے سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات میں عدالتی کونسل کا اجلاس ہوا، جس میں کونسل کے ممبران کو چاند نظر آنے کی کوئی شہادت موصول نہیں ہوئی، جس کے بعد عرب ممالک میں پہلا روزہ بروز ہفتہ مورخہ ۲۷ مئی ۲۰۱۷ء کو ہونے کا اعلان ہوا۔ چونکہ پاکستان میں ابھی شرعی عدالتی نظام قائم نہیں ہے، اس لیے اطلاعات یعنی شہادتوں کی ترسیل کا کام وقتی طور پر تمام اضلاع کے ڈپٹی کمشنر صاحبان سے لیا جاسکتا ہے۔ اس کے

لیے ان کے ٹول فری نمبروں کو مشتہر کیا جائے تاکہ آئندہ رمضان اور عیدین ایک ہی دن کامیابی و کامرانی سے منائے جاسکیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔“